

## تبلیغی جماعت کے بدعت ہونے کا فتویٰ

سوال :- یہ تبلیغی تحریک عالمگیر ہو رہی ہے، علماء کی کثیر تعداد اس کی موید اور اس میں شریک ہے

جواب :- تمام دنیا میں پھیل جانا کوئی دلیل مقبولیت عند اللہ اور صحت کی نہیں ہے۔ شریعت کے مطابق ہونا چاہئے۔ خواہ وہ بہت قلیل ہی لوگوں اور جگہ میں مقبول و محدود ہو، علی الخصوص جب تبلیغ مروجہ مجموعہ بہ ہیئت کذائے کا بدعت ہونا محقق ہو گیا تو علماء کا موید ہونا اور شریک ہونا کچھ نافع نہیں علماء کی تائید سے اگرچہ کثیر ہوں اور مشہور ہوں کوئی ناجائز امر جائز نہ ہو جائیگا، یہ تو اہل بدعت و اہواء کا طریقہ ہے کہ اپنی بدعت کی تائید میں کوئی دلیل شرعی نہیں پاتے تو عوام الناس کی تسلی کے لئے عام مقبولیت اور

مشہور و معروف صالح شخصیتوں کی تائید کا ذکر کرتے ہیں، (الکلام البلیغ فی احکام التبلیغ) <sup>۳۲۲</sup>  
دلائل کیلئے اس کتاب کو مزید دیکھیں۔

ناشر:- عالمی مرکز تحریک بشارت الابرار کرسی، بارہ بنکی، ایو پی۔

## تبلیغی جماعت کے بدعت ہونے کا فتویٰ

سوال :- یہ تبلیغی تحریک عالمگیر ہو رہی ہے، علماء کی کثیر تعداد اس کی موید اور اس میں شریک ہے

جواب :- تمام دنیا میں پھیل جانا کوئی دلیل مقبولیت عند اللہ اور صحت کی نہیں ہے۔ شریعت کے مطابق ہونا چاہئے۔ خواہ وہ بہت قلیل ہی لوگوں اور جگہ میں مقبول و محدود ہو، علی الخصوص جب تبلیغ مروجہ مجموعہ بہ ہیت کڈائیے گا بدعت ہونا محقق ہو گیا تو علماء کا موید ہونا اور شریک ہونا کچھ نافع نہیں علماء کی تائید سے اگرچہ کثیر ہوں اور مشہور ہوں کوئی ناجائز امر جائز نہ ہو جائیگا، یہ تو اہل بدعت و اہواء کا طریقہ ہے کہ اپنی بدعت کی تائید میں کوئی دلیل شرعی نہیں پاتے تو عوام الناس کی تسلی کے لئے عام مقبولیت اور

مشہور و معروف صالح شخصیتوں کی تائید کا ذکر کرتے ہیں، (الکلام البلیغ فی احکام التبلیغ) <sup>ص ۳۲۲</sup>  
دلائل کیلئے اس کتاب کو مزید دیکھیں۔

ناشر :- عالمی مرکز تحریک بشارت الابرار کرسی، بارہ بنکی، یوپی۔

## القول البلیغ فی الدعوة والتبلیغ

الحمد لله وحده وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ۔ اما بعد! جاننا چاہئے کہ دعوت الی الخیر اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے اہل وہی لوگ ہیں جو دین کو بخوبی سمجھے ہوئے ہیں اور جو دین کی حقیقت ہی نہیں جانتے وہ اس کے اہل نہیں ہیں، اگر وہ ایسا کریں گے تو خود بھی برباد ہوں گے اور دوسروں کو بھی تباہ کریں گے جیسا کہ ہمارے زمانے میں ہر شخص نے دعوت و تبلیغ کو پیشہ بنا رکھا ہے اور ہر شخص واعظ و مبلغ (اور داعی و مبلغ) بن رہا ہے کیونکہ ان لوگوں سے دین کو بچائے فائدے کے ضرر (اور نقصان) ہی پہنچتا ہے۔ پس جس شخص کو (دعوت اور) تبلیغ (کرنے) کا شوق ہو اس کا فرض ہے کہ (پہلے) وہ خود علم (دین) حاصل کرے تاکہ وہ اسکو دوسروں تک بلا تغیر و تبدل صحیح طور پر پہنچا سکے، اگر یہ نہ ہو تو کم از کم اتنا تو ہونا ہی چاہئے کہ وہ کسی دیندار عالم کے ماتحت اور اسکی ہدایتوں کا پابند رہ کر (دعوت و تبلیغ کے) اس کام کو کرے۔ جہل و خود رائی اور غلط جذبات کے ماتحت ہو کر اس (دعوت و تبلیغ کے) کام کو کرنا دین کیلئے بھی خلل سبب ناک ہے اور مسلمانوں کیلئے بھی اور خود اس کے لئے بھی۔ (تفسیر وَلَتَعْلَمَنَّ اُمَّةٌ يَدْعُونَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ﴿١٠٥﴾ ط القرآن، سورہ آل عمران، صفحہ ۵۳ ر ۷۷ حضرت مولانا حبیب احمد صدیقی کبیر انویٰ محقق معتمد حضرت حکیم الامت مولانا تھانویؒ) (۱۳۲۲ھ)

یہ امر بالکل دن کی طرح روشن ہے کہ ہماری کوئی حالت ہو اس کے لئے شریعت نے مناسب اور ضروری تعلیم سے ہم کو آگاہ اور متنبہ فرمایا ہے اور ہمارا کوئی کام و عمل جب تک کہ منطبق شریعت مقدسہ پر نہ ہو درجہ اجابت (مقبولیت) اور قابل درگاہ خداوندی کے نہیں ہو سکتا۔ موجودہ زمانہ میں چونکہ عام طور پر یہ دیکھا جا رہا ہے کہ بعض مسلمان تو تبلیغ کے احکام ہی کو سرے سے ضروری خیال نہیں کرتے اور مبلغین کو بظفر حقارت دیکھتے ہیں۔ ادھر دوسری طرف اتنی تعدی (زیادتی) ہوتی ہے کہ تبلیغ کیلئے اصول ہونا اور اس کا کافی علم ہونا ضروری نہیں خیال کرتے جنکی وجہ سے یا خود بھی احکام کی غلط تبلیغ کرتے ہیں اور کبھی نفس احکام تو صحیح ہوتے ہیں مگر اس کے ذرائع غیر منصوبہ اور غیر مرضیہ عند اللہ و عند الرسول ہوتے ہیں جن کا غیر مقبول ہونا ظاہر ہے مگر باوجود اسکے اس پر بھی بس نہیں ہوتی بلکہ جو لوگ اس طریق کو نہیں اختیار کرتے انکو مورد ملامت بنایا جاتا ہے۔

(رسالہ القول البلیغ فی احکام التبلیغ، ماہنامہ الامداد بابت شعبان ۱۳۴۰ھ تھانہ بمبئی، از حضرت مولانا مفتی اشفاق الرحمن صدیقی کاندھلوی، مفتی سائیں مظاہر علوم، سہارنپور)

مرد و بدعت و تبلیغ کا یہ کام پہلے تو صرف مردوں کی حد تک ہی محدود تھا لیکن ایک عرصہ سے عورتوں کی جماعتیں بھی دعوت و تبلیغ کیلئے نکلنے کا ایک غلط اور ناجائز طریقہ شروع کر دیا گیا ہے اور اب ادھر نہیں بچیں سال سے یہ سلسلہ کچھ اور بڑھتا ہوا دکھائی دے رہا ہے۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے زمانہ خیر میں جب کہ دعوت و تبلیغ کی ضرورت اس سے زیادہ تھی اسوقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کی جماعتیں تبلیغ کیلئے نہیں بھیجیں۔ اس لئے اس زمانہ میں جو لوگ یہ طریقہ کار اپناتے ہیں وہ اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی و نیابت کو یقینی طور پر نظر انداز کر رہے ہیں۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور ازواج رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے تو عورتوں کو نماز فرض تک کیلئے مسجد جانے کو پرہیز نہیں فرمایا کہ یہ مرد و بدعت تبلیغ فرض نماز سے بھی زیادہ بڑھا ہوا کام ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین رحمہم اللہ کے زمانہ میں تبلیغ کیلئے عورتیں سفر نہ کرتی تھیں اور نہ آپؐ نے اور نہ صحابہؓ نے تبلیغ کیلئے عورتوں کو سفر کرنے کا حکم فرمایا، نہ خود تبلیغ کیلئے سفر میں روانہ کیا۔ اس عمل سے ثابت ہے کہ عورتوں کے ذمہ تبلیغ کیلئے سفر کرنا ناجائز نہیں۔ خیر القرون کے زمانہ میں اگر کسی عورت کو کسی مسئلہ کی ضرورت ہوتی تھی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یا ازواج مطہرات یا صحابہؓ کی بیویوں سے آکر دریافت کر لیتی تھیں۔ تبلیغ مردوں کے ذمہ اس زمانہ میں مقرر تھی اور عورتیں پردہ کے ذریعہ سے احکام کو معلوم کر کے دین کی باتیں سمجھتی تھیں۔ مردوں کا کام یہ تھا کہ وہ اپنی عورتوں کو دین سے واقف کرائیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ تبلیغ کیلئے سفر کرتے تھے، جہاد میں جاتے تھے لیکن عورتوں کو اپنے ساتھ نہ لیجاتے تھے۔ جب اس خیر کے زمانہ میں یہ صورت حال تھی تو اس شر اور فتنہ کے زمانہ میں عورتوں کو تبلیغ کیلئے سفر کرنا اگر پرہیز کیا جائے تو کیوں نہ ہو کیونکر جائز ہو سکتا ہے۔

یہ خیال کہ عورتوں کو کس طرح تبلیغ ہوگی اس بنا پر صحیح نہیں کہ ان کے مرد انکو تبلیغ کریں اور دین کے احکام ان کو سکھائیں اور خود مرد دین کی باتیں دوسرے واقف کاروں سے سیکھیں یا سیکھنے اور سکھانے کیلئے سفر کریں ورنہ عام طور پر عورتوں کا تبلیغ کیلئے سفر کا فتنہ کے دروازوں کا کھول دینا ہے جو آج دنیا پر نظر ڈالنے سے مشاہد بھی ہے۔

اسپے اہل و عیال کے نفقہ کا انتظام کرنا مردوں پر ضروری اور واجب ہے، اس کے انتظام سے وقت اگر فارغ ہو تو تبلیغ کیلئے سفر کرنا حجاب تر ہوگا، اہل و عیال کو بھوکا چھوڑ کر تبلیغ کیلئے سفر کرنا ناجائز نہیں۔

شریعت نے تمام مردوں پر بھی تبلیغ کرنے کو فرض اور ضروری قرار نہیں دیا ہے بلکہ انہی پر تبلیغ کرنا ہے جو تبلیغ کے اہل ہیں اور جو تبلیغ کے اہل نہیں ہیں، ان پر تبلیغ کرنا فرض نہیں بلکہ برا اوقات نا اہلوں کی تبلیغ سے فتنوں کے دروازے اور زیادہ کھل جاتے ہیں جس کا مشاہدہ ہو رہا ہے۔ اسی قدر آن میں نازل ہوا

فَلَوْلَا نَفَرَ مِن كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَائِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوا فِي الدِّينِ وَلِيُنذِرُوا قَوْمَهُمْ إِذَا رَجَعُوا إِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُونَ ﴿۱۰۰﴾

مدیث میں بیشک یہ وارد ہے بلغوا عني ولو آية وفي رواية ولو كلمة وفي رواية ولو حرفا الحمد يث

لیکن یہ حکم عام طور پر مردوں کیلئے ہے نہ کہ عورتوں کیلئے اور جو عورتیں پردہ نشین ہیں ان سے دوسری عورتیں یا دوسرے مرد آ کر دریافت کر جائیں تو مدیث کا مقصد پورا ہو جاتا ہے۔

یہ اس بنا پر کہ عورتوں کو گھر ملا رہنے اور پردے کے ساتھ زندگی بسر کرنے کا حکم ہے اور بلا ضرورت و مجبوری گھر سے باہر نکلنے اور سفر کرنے سے بتامید منع فرمایا ہے۔

معلوم ہوا کہ تمام مردوں اور عورتوں پر تبلیغ کرنا ضروری نہیں بلکہ جماعت میں سے بعض لوگوں پر فریضہ عطا ہوتا ہے اور وہی لوگ ہیں جو تبلیغ کے اہل ہوں امر بالمعروف اور نہی عموما لکن ہر واقعہ کا پردہ فرض اور ضروری ہے۔ ہاں اگر تمام مسلمان تبلیغ دین چھو دیں تو سب گنہگار ہوں گے۔

عورتوں کا تبلیغ کیلئے گھروں سے نکلنا زما نہ خیر الام میں نہ تھا۔

اس فتنہ کے زمانہ میں عورتوں کا سفر کرنا بہت سے خطرات کا سبب ہے، اس لئے بڑی احتیاط کی ضرورت ہے عوامی طور پر ہر جگہ ان کی تعلیم و تبلیغ پردہ کی رعایت کے ساتھ ہونی چاہئے، سفر اور گشت تبلیغ کا ان کیلئے ہرگز مناسب نہیں ہے۔

تبلیغ کی اہمیت اور موجودہ دور میں اسکی ضرورت انکار نہیں مگر جو محدود اس کیلئے شرعاً مقرر کردئے گئے ہیں، اس سے تجاوز کرنا بھی درست نہیں۔ تمام احکام شرعیہ میں افراط و تفریط کی سخت ممانعت آیات و روایات میں وارد ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ و تابعین کے زمانہ میں عورتوں کا تبلیغ کیلئے سفر کرنا ثابت نہیں اور نہ آپؐ نے سفر کا حکم فرمایا۔ عورتوں کیلئے تو قدرانی البیوت ایک ایسا اہم فریضہ ہے کہ اس شہاب جہاد فی سبیل اللہ کے برابر ہے۔

عورتوں کی تعلیم کا خیال مردوں کو رکھنا چاہئے لیکن اگر مرد اس کو پورا نہ کر سکیں تو پھر امتیاد کے ساتھ مسئلہ وغیرہ پوچھنے کیلئے نکل سکتی ہیں۔ اس فتنہ کے زمانہ میں جبکہ مردوں کیلئے بھی سفر میں مشغولیت ہیں تو عورتوں کے سفر کرنے میں کس قدر فتنے ہوں گے۔

ابتداءً اسلام میں عورتیں خاص شروط کیساتھ شرعی ضرورتوں میں باہر نکلتی تھیں مگر خیر القرون میں ہی اسکی ضرورت محسوس ہوئی کہ عورتوں کی مساجد میں آنے سے بھی روک دیا جائے۔ چنانچہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے انہیں اس سے منع فرما دیا تھا۔ عورتوں کی تبلیغ کیلئے سفر اور گشت و ناشر مآثبات و منقول نہیں ہے۔ (تلخیص رسالہ "عورتوں کی تبلیغی جماعت کا شرعی حکم" مؤلفہ حضرت اکابر مقتدیان ہند)

باسمہ تعالیٰ

رفع المرتبت حضرات مقتدیان کرام مدظلہم دارالافتاء مظاہر علوم (وقت) سہارنپور

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

گزارش یہ ہے کہ "مستورات کی جماعت کا شرعی حکم" نامی کتابچہ میں حضرات اکابر مقتدیان کرام کے حوالہ سے جو فتاویٰ شائع کئے گئے ہیں اس کے بالکل برخلاف مولانا رفعت قاسمی صاحب نے اپنی کتاب "مسائل سفر" صفحہ ۹۸ میں فتاویٰ محمودیہ صفحہ ۱۴۵ و ۱۰۸ "عورتوں کیلئے تبلیغی سفر کرنے" کے عنوان و حوالہ سے مفتی اعظم مفتی محمود حسن گنگوہی کا مذکورہ فتاویٰ سے بالکل متعارض فتویٰ جسکی عکس کاپی استفتا بذا کے ساتھ ملحق و ارسال ہے، جس میں حضرت مفتی اعظم گنگوہی

نے صاف صاف فتویٰ صادر کیا ہے کہ "اگر لندن یا کسی بھی دور دراز مقام پر محرم کے ساتھ مدد و شرع کی پابندی کا لحاظ رکھتے ہوئے عورتیں جائیں اور کسی کے حقوق تلف نہ ہوں تو شرعاً اسکی اجازت ہے بلکہ دینی اعتبار سے مفید اور اہم ہے۔" الخ

اب عرض یہ ہے کہ ہم لوگ دونوں فتاویٰ میں کس فتویٰ کو صحیح مانتیں؟ اور کس پر عمل کریں؟ اپنے ہی اکابر کے دو الگ الگ فتاویٰ (ممانعت و اجازت) کی وجہ سے ہم مسلمانوں میں سخت اضطراب اور شدید اختلاف ہو رہا ہے۔ امید ہے کہ آپ حضرات اطمینان بخش جواب کسی قسم کے لیت و عمل کے بغیر صاف صاف فتویٰ دیں گے تاکہ ہم لوگ عورتوں کیلئے تبلیغی سفر کے مجیز فریق کو مطمئن کر سکیں۔ فقہ

والسلام مع الوفاء الاحترام، مفتی محمد ابراہیم ہریانوی ۲۸ رجب المرجب ۱۴۳۱ھ

باسمہ تعالیٰ

فتویٰ نمبر: ۳۱۴ الجواب بعون الملہم للصدق والصواب!

صورت مسئلہ میں "عورتوں کی تبلیغی جماعت کا شرعی حکم" (رسالہ کا صحیح نام یہ ہے) اس کے لکھنے والے مقتدیان کرام میں مفتی اعظم ہند حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ دہلوی صاحب کفایت المفتی، فقیہ زمن حضرت مفتی سید مہدی حسن شاہجہاں پوری سابق مفتی اعظم دارالعلوم دیوبند اور حضرت الاستاذ مولانا مفتی مظفر حسین المظاہری کے فتوے کے مصدقین حضرت مولانا مفتی سعید احمد مسالہ جراؤ دی، استاذ الاساتذہ شیخ الاسلام حضرت مولانا سعید عبد اللطیف صاحب سابق صدر مفتی و

ناظم اعلیٰ مظاہر علوم سہارنپور جیسے اہل علم و فضل اکابر ہیں جن کو حضرت مفتی محمود حسن صاحب گنگوہیؒ بھی علم و تحقیق میں، اتقان و تفقہ میں اور تہذیب و تدین میں اپنے سے فائق و ممتاز اور اعلیٰ و ارفع سمجھتے تھے۔ اعلیٰ صورت میں اعلیٰ و ارفع مقتدیان کرام کا فتوائے ممانعت صحیح و راجح اور لائق عمل ٹھہریگا۔ مزید برآں حضرات اکابر مقتدیان ہند کے جو فتاوے رسالہ مذکورہ میں نقل کئے گئے ہیں وہ مدلل عبارات فقہیہ و نصوص شرعیہ بھی ہیں اور حضرت مفتی اعظم گنگوہیؒ کا جواب ایسا نہیں ہے اور دونوں کے درمیان جو فرق ہے وہ ظاہر ہے جسے اہل علم و فہم بخوبی سمجھ سکتے ہیں۔ فقہ و اللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ مجدد القہر دس غیبی روی

مفتی مظاہر علوم (وقت) سہارنپور

۵ شعبان المعظم ۱۴۳۱ھ

مظفر الاسلام تھانوی عبدالحییب اعظمی

محمد علی حسن نسٹوری محمود عالم ٹانڈوی

دارالافتاء مظاہر علوم (وقت) سہارنپور



شائع کردہ: دارالافتاء، ۶۵۴ محلہ مفتی، سہارنپور

مروجہ تبلیغی جماعت

کی

شرعی حیثیت اور اس کا حکم

از

عارف باللہ حضرت مولانا علامہ محمد فاروق صاحب الہ آبادیؒ

غیثۃ جل

مصلح الامت حضرت مولانا شاہ وصی اللہ صاحب الہ آبادیؒ

مسلح کردہ

عالمی تحریک بشارت الابرار، یمن، کرسی، ضلع بارہ بنکی (یوپی)

رابطہ نمبر۔ ۹۸۳۸۱۵۳۳۳۸-۰۹۵۵۱۳۶۸۶۳۳

۹۰۰۵۳۹۳۹۳۹

DEPARTMENT OF  
RELIGIOUS AFFAIRS  
GOVERNMENT OF  
INDIA



## مروج تبلیغی جماعت کی شرعی حیثیت اور رکاز کا حکم

### فہرست عناوین

صفحہ	عنوان
۱	پیش لفظ
۷	طاعت کے مقبول ہونے کی شرط
۸	شرعی دلائل
۸	احکام شرع کی قسمیں اور ان کے احکام
۹	مطلق کی تعریف
۱۰	مطلق کے وجود خارجی کی شرط
۱۰	مطلق کی تغیر اپنی رائے سے جائز نہیں
۱۰	تعلیم و تبلیغ بھی مطلق ہے
۱۲	تبلیغ کو کسی خاص صورت کیساتھ مقید کرنا
۱۲	تبلیغ مروجہ کی خاص صورت
۱۳	مطلق تبلیغ کے دلائل خاص تبلیغ کیلئے معتبر نہیں ہیں
۱۳	مطلق کو اپنی رائے سے مقید کرنا بدعت ہے
۱۷	شریعت کی حدیں ناقابل تغیر ہیں
۱۸	جمعہ کی تخصیص
۱۹	صلوۃ الرغائب
۲۰	ایک اشکال اور اس کا حل

۲۰	صلوۃ الرغائب کے بدعت ہونے کی دلیل
۲۲	چند قواعد کلیہ شریعہ
۲۳	حدود شرع کی رعایت ضروری ہے
۲۵	حکم مشروع میں کسی غیر مشروع چیز کے شمول سے کراہت آجاتی ہے
۲۷	امور منضمہ اگر موقوف علیہ ہوں تو اس کا شمول بدعت نہیں
۲۸	واجبات میں کوئی خرابی آجائے تو اس کی اصلاح کی جائے گی
۲۹	فعل مباح التزام سے بدعت بن جاتا ہے
۳۱	جائز و ناجائز کا مجموعہ ناجائز ہوتا ہے
۳۲	تبلیغ مروجہ کے مفاسد
۳۳	امر شرعی کا ترک بھی بدعت ہے
۳۴	ارشادات گنگوہی
۳۹	احکام شریعہ میں فعل مشائخ حجت نہیں جس چیز کا ثبوت قرون اولیٰ میں نہ ہو،
۴۳	اس کا احداث بدعت ہے
۴۹	حرام و حلال میں صوفیہ کا عمل دلیل نہیں
۴۹	تبلیغ مروجہ پر مدارس و خواتین کا قیاس، قیاس مع الفارق ہے



## پیش لفظ طبع دوم

الحمد لله وحده والصلوة والسلام على من لا نبي بعده ،  
اما بعد !

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ تبلیغ شرعاً مطلوب ہے، خواہ اسلام کی تبلیغ ہو، یا احکام اسلام کی! اور اس میں بھی کوئی شبہ نہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے تبلیغ کرنے کا کوئی خاص طریقہ مقرر نہیں فرمایا ہے کہ جب تک اس طریقہ سے تبلیغ نہ کی جائے وہ محقق ہی نہ ہوگی، یا مطلوب شرعی اس سے حاصل نہ ہوگا، ہر وہ جائز طریقہ، جس سے اسلام کی بات، احکام اسلام کی بات دوسروں تک پہنچائی جاسکے، اس سے تبلیغ مطلوب حاصل ہوگی۔ خواہ وہ وعظ و تقریر سے ہو، تصنیف و تالیف سے ہو، سفر کی مشقتوں سے ہو، حضر کی اقامت سے ہو، انفرادی طور پر ہو، اجتماعی طور پر ہو، بس شرط یہ ہے کہ اس کیلئے کوئی ایسا طریقہ اور عمل نہ اختیار کیا جائے، جو شرعاً جائز نہ ہو، اس کی کوئی خاص صورت جب حضور شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام نے متعین نہیں کی ہے، تو بعد کے کسی امتی کو یہ حق ہرگز حاصل نہ ہوگا کہ وہ تبلیغ کو کسی خاص رسم و قید کیساتھ مقید کرے، اور اس کی کوئی متعین شکل

ہنا کر تمام مسلمانوں کو اس میں شرکت کی دعوت دے، اور اس دعوت کو قبول نہ کرنے والوں کے حق میں کسی طرح کی بدظنی قائم کرے اور خاص اسی شکل کو باعث نجات اور وجہ سعادت قرار دے، یہ بات ہر اس شخص کو جو دین کا ضروری علم رکھتا ہے، بدیہہ معلوم ہے۔

اور اس میں بھی کوئی شبہ نہیں کہ موجودہ تبلیغی جماعت نے تبلیغ کو ایک خاص شکل اور ایک خاص ہیئت دے دی ہے کہ عام طور سے جب تبلیغ کا لفظ بولا جاتا ہے، تو لوگوں کے ذہن میں وہی خاص شکل و صورت آتی ہے، اور اس جماعت نے اس خاص طریقہ تبلیغ کی تبلیغ اتنے بڑے پیمانے پر کی ہے کہ اس کی بنیاد پر ایک علیحدہ جماعت وجود میں آگئی ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ خاص شکل اور خاص طریقہ زمانہ سلف سے منقول نہیں، پہلے کہاں کوئی ایسی جماعت تھی جس کی بنیاد چھ بانوں پر ہو، چلہ، گشت، تشکیل، مخصوص طرح کی تعلیم، متعین و محدود وقت کیلئے سفر میں نکلنا، مساجد میں قیام کرنا وغیرہ اس کے اجزائے لازمی اور اصول ہوں، کہ ان کے خلاف کی اجازت نہ ہو، اور اسے خلاف اصول قرار دیا جاتا ہو، ہر شخص جانتا ہے کہ تبلیغ کی یہ خاص شکل و صورت پچھلی صدی، یعنی چودھویں صدی ہجری میں وجود میں آئی ہے، اس کی نسبت حضرت مولانا محمد الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ پر پہونچ کر ختم ہو جاتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ تو بہت دور ہیں، چودھویں صدی کے آغاز میں بھی اس کا پتہ نہ تھا، لیکن اب اسی کو تبلیغ کا اصل اصول قرار دیا جاتا ہے۔ بلکہ اس کے ہر جز کو بطور عبادات مقصودہ برتا جاتا ہے، ان کے فضائل بیان ہوتے ہیں، اس

میں شرکت پر اتنا اصرار کیا جاتا ہے، کہ اس کے واجب ہونے کا خیال ہونے لگتا ہے، بلکہ اب تو نوبت یہاں تک پہونچ چکی ہے کہ اگر کسی عام آدمی نے نہیں، کسی عالم دین نے اس میں شرکت سے پہلو تہی کی یا جماعت کے کسی غلو پر تنبیہ کر دی، تو اس کا دین، اس کی دیانت، اس کی ولایت، بلکہ شاید اس کا ایمان بھی مشکوک ہو جاتا ہے۔

حالانکہ یہ دین میں ایک نئی بات ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے جس صورت میں دین کو مکمل فرمایا ہے، اس میں اس کا کہیں پتہ نہیں ہے، یہ ایک زائد بات ہے، اس کے کچھ فوائد و نتائج دیکھ کر خواہ کتنا ہی حسن ظن رکھا جائے، مگر جب دلائل شرعیہ کی روشنی میں دیکھا جاتا ہے، تو یہ ایک نئی بات محسوس ہوتی ہے، کبھی لوگوں کا دعویٰ تھا کہ محفل میلاد میں آخر رسول اللہ ﷺ ہی کا تذکرہ ہوتا ہے، اس ذکر کی تعظیم میں قیام ہوتا ہے، اس سے رسول اللہ ﷺ کی محبت دل میں پیدا ہوتی ہے، اس میں کون سی بات خلاف شرع ہے، لیکن علماء نے اس کی مخصوص شکل اور مخصوص قیدوں کی وجہ سے اسے بدعت قرار دیا، کہ ذکر رسول ﷺ کی جب کوئی خاص شکل و صورت شریعت نے نہیں متعین کی ہے، تو کسی کو کیا حق ہے کہ اسے ایک مخصوص شکل میں لا کر اسے ہی مطلوب قرار دے، تو اگر میلاد اس لئے بدعت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں نہ تھا، بعد میں لوگوں نے یہ طریقہ ایجاد کیا، تو کیا وجہ ہے کہ مروجہ تبلیغ کو جو کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں نہ تھی، چودھویں صدی تک نہ تھی، لیکن اب اسے مطلوب شرعی بنادیا گیا ہے، آخر اسے بدعت کیوں نہ کہا جائے؟

اب یہ تبلیغی جماعت عالمگیر پیمانے پر چل رہی ہے، عوام کا اس تحریک پر غلبہ ہے، نیز اس میں بڑی سخت جارحیت پائی جاتی ہے، اگر کسی نے ذرا بھی اسے ٹوکا، تو وہ عوام کا مطعون ہو جاتا ہے، اس کی ہیبت سے جانتے بوجھتے بھی لوگ خاموش ہیں کہ کیوں بدنامی مولیٰ جائے۔ نتیجہ یہ ہے کہ اس جماعت کو اپنے معیار حق ہونے کا احساس پیدا ہو گیا ہے۔ اب علماء و مشائخ کا قد بھی اس کے فیتے سے ناپا جاتا ہے، ان کی دین و دیانت کو بھی اسی کی کسوٹی پر پرکھا جاتا ہے، یہاں بھی اسی طرح کا غلو دیکھا جانے لگا ہے، جس طرح کا غلو بریلیوں میں پایا جاتا ہے۔ کہ میلاد و قیام اور عرس و فاتحہ کو انھوں نے حق و باطل کا معیار قرار دے لیا ہے، اسی طرح تبلیغ کے بارے میں بھی بکثرت لوگوں کا یہ احساس ہے کہ یہ بھی حق و باطل کا معیار ہے۔

تعب ہے کہ بریلی دین میں ایک نئی بات کے مرتکب ہوں تو وہ بدعت ہے، اور مرتکب ہونے والا بدعتی ہے، اور کچھ دوسرے لوگ دوسری طرح کی نئی بات میں مبتلا ہوں تو وہ عین سنت بلکہ فرض و واجب ہو۔

حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی قدس سرہ نے میلاد و قیام اور عرس و فاتحہ وغیرہ خرافات کے رد میں حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارن پوری علیہ الرحمہ سے براہین قاطعہ نامی کتاب لکھوائی اور خود حضرت گنگوہی نے اس موضوع پر حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی نور اللہ مرقدہ کے نام نہایت محققانہ اور مفصل خطوط لکھے، اور

حضرت تھانوی جیسے زبردست عالم کی الجھنوں کو رفع کیا، یہ خطوط تذکرۃ الرشید میں موجود ہیں۔ یہ دونوں تحریریں بدعت کو سمجھنے اور اس کی حقیقت کی دریافت کیلئے نہایت قیمتی دستاویز ہیں جو شخص ان دونوں تحریروں کو پڑھے گا، اور ان میں بیان کردہ اصولوں پر غور کرے گا، اسے ذرا بھی تردد نہ ہوگا کہ ان کی روشنی میں میلاد و قیام کا جو حکم ہے، وہی تبلیغی طریقہ کار اور اس کے اعمال و اشغال کا بھی ہے۔ انصاف شرط ہے۔

حضرت مولانا محمد فاروق صاحب علیہ الرحمہ، جن کا ابھی حال میں صفر ۱۴۲۱ھ انتقال ہوا ہے، زبردست عالم اور محقق تھے، ان سے ایک بڑے مدرسے کے ایک ذہین طالب علم نے جواب ماشاء اللہ عالم دین ہیں، تبلیغی جماعت کے متعلق ایک استفتاء کیا۔ حضرت مولانا نے اس مسئلہ پر بڑا بصیرت افروز اور مدلل جواب تحریر فرمایا، جس سے تفقہ فی الدین کی راہیں کھلتی ہیں، استفتاء اور اس کا جواب اب سے بیس سال پہلے چھپا تھا، اس کا وہ ایڈیشن ختم ہو چکا ہے، مولانا کی حیات ہی میں اس کی دوبارہ اشاعت کا انتظام ہو رہا تھا، لیکن مولانا اپنی حیات مستعار کے لمحات پورے کر چکے تھے، وہ تو سفر آخرت پر روانہ ہو گئے، اور ان کی یہ علمی یادگار اب شائع ہو رہی ہے، اللہ تعالیٰ اسے نافع بنائے، اور اس کے ذریعے سے شریعت کی حفاظت کی خدمت لے۔

ناشر

۲۳ ربیع الآخر ۱۴۲۱ھ



(خلاصہ سوال) حضرت مولانا دامت برکاتہم و عمت فیہم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،  
خیریت طرفین بفضل خداوندی مطلوب ہے۔

چند دنوں سے ایک بات ذہن میں کھٹک رہی ہے، اس کا ازالہ کرنا چاہتا ہوں، اور کوئی مقصد نہیں ہے۔ امید کہ حضرت والا جواب شافی سے نوازیں گے۔

موجودہ تبلیغی جماعت جس کا مرکز نظام الدین دہلی ہے، جو کام کر رہی ہے، درست ہے یا نہیں، اس میں لگنا اور ان کا تعاون کرنا کیسا ہے، ان کے اصول ستہ کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے، آیا اس کی مدد جائز ہے یا نہیں، اور اگر نہیں ہے تو علمائے حق کو اس کی مخالفت واجب ہے یا نہیں، علماء کی ایک کثیر تعداد کیوں اس میں شریک ہے، اس کے بارے میں اپنا خیال تحریر فرمائیں۔

حضرت والا سے گزارش ہے کہ جواب بہت ہی وضاحت کے ساتھ تحریر فرمائیں، بات مبہم نہ رہ جائے کہ معاودت کی حاجت ہو، حضرت مخصوص دعاؤں میں فراموش نہ کریں گے، جواب کا شدت سے انتظار کروں گا۔ فقط والسلام

..... از جامعہ عربیہ ہتھوڑا، ضلع باندہ۔

جواب:

باسمہ سبحانہ ..

عزیزم محترم مولوی..... صاحب سلمکم اللہ و زادکم عمراً و عملاً

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ  
الحمد للہ بعافیت ہوں، اللہ تعالیٰ آپ حضرات کو ہر طرح امن و عافیت میں رکھیں۔ آمین

آپ کا والا نامہ شرف صدور لایا، آپ نے تبلیغ مروجہ کے بارے میں پوچھا ہے، اور وضاحت سے جواب لکھنے کی فرمائش کی ہے، بوجہ قلت فرصت، آپ کی فرمائش پوری نہ کر سکتا تھا، اور امتثال امر سے بھی چارہ نہ تھا، شش و پنج میں پڑا ہوا تھا، کہ اگر فرصت سے لکھتا ہوں، تو اس کے لئے سینکڑوں صفحات درکار ہیں اور اس کی فرصت نہیں تھی، ناچار اختصار و ایجاز (۱) کے ساتھ ہی اشارہ کرنے پر اکتفا کرتے ہوئے امتثال امر کی کوشش کرتا ہوں، واللہ الموفق والمعين و به نستعين ولا حول ولا قوة الا باللہ العلی العظیم۔

طاعت کے مقبول کوئی طاعت کیسی ہی عظیم اور ضروری ہو، اسی وقت ہونے کی شرط معتبر اور مقبول ہو سکتی ہے، جب کہ شرعی قوانین کے موافق و مطابق ہو، عمدہ سے عمدہ عمل، خلاف

قانون شرع ہونے کی وجہ سے مردود و غیر معتبر ہو جاتا ہے۔  
لہذا تبلیغ میں قانون شرع کا لحاظ ضروری ہے، تبلیغ کے آداب اور

(۱) اور اب بجز اللہ ایک مبسوط اور مفصل اور واضح کتاب تیار ہو چکی ہے۔ طاعت کا انتظار ہے (ن)

حدود کا پاس و لحاظ کرنا ہر فرد جماعت کے لئے ضروری ہے، چنانچہ از روئے شرع، تبلیغ کسی صورت میں واجب، کسی صورت میں مستحب، اور بعض صورتوں میں بدعت اور ممنوع و ناجائز ہو جاتی ہے، اس کا جاننا ہر مبلغ کے لئے لازم ہے، تاکہ وہ اعتدال سے نکل کر غلو فی الدین و تعدی حدود اللہ و تغیر شرع محمدی ﷺ کا مرتکب نہ ہو جائے، اور نیکی برباد، گناہ لازم کا مصداق نہ ہو جائے۔

**شرعی دلائل** سب سے پہلے یہ جان لینا ضروری ہے کہ دلائل معتبرہ عند الشرع چار ہیں: (۱) کتاب (۲) سنت (۳) اجماع امت (۴) اور قیاس مجتہد

اس سے یہ بات ظاہر ہو گئی کہ کسی عمل کا مقبول عام ہونا، عالم گیر ہونا، شرکت علماء، مفید ہونا، باکرامت ہونا، الہام و کشف، رویاء، غیر مسلموں کا مسلمان ہونا، بڑی بڑی مساجد کا بن جانا، بے نمازیوں کا نمازی بن جانا، وغیرہ وغیرہ عند الشرع معتبر دلائل نہیں ہیں، یہ امور کسی عمل کی صحت کے لئے ہرگز دلیل نہیں بن سکتے، البتہ دلیل شرعی سے ثابت شدہ عمل کی ترجیح اور اطمینان کا ذریعہ ضرور بن سکتے ہیں لہذا ان امور کو معتبر سمجھنا اور سمجھانا، معتبر دلائل کے بجائے ان خود ساختہ دلائل پر محمول کرنا غلط اور فتنہ عظیم ہے، بالخصوص عوام میں اچھا خاصا گمراہی کا دروازہ کھولنا ہے۔

**احکام شرع کی قسمیں** امور شرعیہ کی دو نوعیں ہیں۔ (۱) امور مقیدہ اور ان کے احکام (۲) امور مطلقہ امور مقیدہ میں قید مطلوب شرعی ہوتی ہے، کیونکہ وہ متعینہ شرع ہوتی ہے، لہذا قید مقید کی فصل ہوتی ہے، اور فصل جزو ذات ہوتی ہے، بدون

فصل کے ذات متصور نہیں، کالنا طلق لانا انسان، کہ بدون ناطق کے حقیقت و ذات انسان کا تصور نہیں ہو سکتا، بدون ناطق کے انسان موجود ہو جو خارجی نہیں ہو سکتا، پس امر مقید میں قید ہی پر عمل کرنے سے امتیاز و امتثال متحقق ہوتا ہے، مثلاً صلوٰۃ ظہر، صلوٰۃ ظہر جب ہے کہ اسی ہیئت اور انھیں قیود کیساتھ ادا کی جاوے، جو شارع نے متعین کی ہیں لان المقید یجری علی تقییدہ کہ مقید میں حکم قید ہی پر جاری ہوتا ہے۔

اور امور مطلقہ میں قید فی نفسہ مطلوب شرعی نہیں ہوتی، کیونکہ حکم مطلق ہوتا ہے۔ لہذا امر مطلق پر جب بھی کسی ہیئت اور وصف مباح کے ساتھ عمل کیا جائے گا، امتیاز و امتثال متحقق ہو جائے گا۔ ”المطلق یجری علی اطلاقہ“ مشہور قاعدہ کلیہ شرعیہ فقہیہ ہے کما لا یخفی علی من له ادنی مسکة من العلم۔

**مطلق کی تعریف** حضرات علماء نے مطلق کی تعریف فرمائی ہے کہ مطلق میں ذات سے سروکار ہوتا ہے، صفات سے نہیں المطلق المعترض للذات دون الصفات اور المراد بالمطلق (۱) الحصۃ الشائعة فی افراد الماہیۃ من غیر ملاحظۃ خصوص کمال او نقصان او وصف (کما فی نور الانوار وغیرہ)

مطلق حقیقت من حیث ہی ہی پر دلالت کرتا ہے، اور ماہیت اپنی ذات میں نہ واحد ہوتی ہے نہ کثیر، پس جو لفظ ماہیت پر بغیر کسی قید کے تعرض کے دلالت کرے، وہ مطلق ہے۔ کما قال صاحب الکشف:-

(۱) مطلق سے مراد افراد ماہیت میں حصہ شائعہ (ماہیت) ہے بغیر کمال یا نقصان یا وصف کی خصوصیت اور قید کے (ن)

المطلق كثيراً من يطلق في الاصول على ما يدل على الحقيقة من حيث هي و الماهية في حد ذاتها لا واحدة ولا متكررة فاللفظ الدال عليها من غير تعرض بقيد ما هو المطلق“

یہ جوش محبت میں آپ کی خاطر سے لکھ دیا ہے، ورنہ صرف مشہور قانون فقہی و شرعی ”المطلق یجری علی اطلاقہ“ کے ذکر پر اکتفا کرتا۔  
**مطلق کے وجود خارجی کی شرط** آگے ایک اور ”قاعدہ عقلیہ“ واجب التسلیم ہے کہ مطلق کا وجود خارجی بدون اپنے کسی فرد کے محال ہے، کما قال التفناتی فی شرح العقائد لا وجود للمطلق الا فی ضمن الجزئی، اس سے یہ امر عیاں ہے کہ امر مطلق میں جو اوصاف و عوارض پائے جائیں گے، وہ قیود نہ ہوں گے، بلکہ عوارض اور امور منضمہ ہوں گے۔

**مطلق کی تقبید اپنی رائے سے جائز نہیں** اب سنئے، یہی امور منضمہ اگر اپنی رائے سے امر مشروع مطلق میں بطور تقبید و تخصیص شامل کئے جائیں گے تو وہ امر مشروع، امر مشروع نہ رہ جائے گا، بدعت و ضلالت ہو جائے گا، اور حکم شرعی کی تغیر لازم آئے گی، جو کہ بدترین جرم ہے، یہی معنی ہیں مشہور قاعدہ فقہیہ کے لا یتقید المطلق بوصف او قید من قبل الراى (یعنی مطلق کو اپنی رائے سے کسی وصف یا قید سے مقید نہیں کیا جاتا)۔

**تعلیم و تبلیغ بھی مطلق ہے** اب سمجھئے کہ تعلیم و تبلیغ ایک امر مطلق ہے، نفس و ذات تبلیغ تو من جانب الشارع متعین اور مامور بہ ہے، لیکن اس کا کوئی خاص طریقہ اور صورت

متعین نہیں، کما قال الشاطبی فی الاعتصام ص ۱۸۷ ج ۱

الامر بتبلیغ الشریعة (۱) وذلك لاخلاف فيه لقوله تعالى يا ايها الرسول بلغ ما انزل اليك من ربك وامته مثله و في الحديث لبيلغ الشاهد منكم الغائب، والتبليغ كما لا يتقيد بكيفية معلومة لانه من قبيل المعنى المعقول فيصح باى شئ امكن من الحفظ والتلقين والكتابة وغيرها كذلك لا يتقيد حفظه عن التحريف والزيف بكيفية دون أخرى۔

پس تبلیغ، ترغیب و ترہیب، امر بالمعروف، نہی عن المنکر، وعدو و عید، تبشیر و انداز۔ لیت و غلظت، تحسین حسن، یقبح فح، نفرت و مودت، زبانی، تحریری، صلح و جنگ، تذکیر او موعظہ، انفراد او اجتماع، مباحثہ و مناظرہ ہدایت و ارشاد، تعلیم و ارشاد، تعلیم و تدریس، ایک جگہ مقیم رہ کر اور سفر اور خرچ کر کے نرمی و گرمی، مالی و جسمانی خدمت کر کے، غرض کہ ہر مباح صورت سے کی جاسکتی ہے، اور مکمل شریعت کی مکمل تبلیغ کسی خاص جزو کی نہیں، جب جہاں، جس چیز کی جو صورت مناسب اور جائز، مفید اور موثر ہو (۱) یعنی تبلیغ شریعت کا حکم بغیر کسی اختلاف کے ثابت ہے، اللہ تعالیٰ کے ارشاد سے کہ اے رسول جو کچھ آپ کی طرف نازل کیا گیا ہے اس کی تبلیغ کیجئے، اور آپ کی امت بھی آپ کے مثل مامور ہے، اور حدیث میں ہے کہ چاہئے کہ تم میں سے جو حاضر ہیں، غائب کو تبلیغ کریں، اور تبلیغ جس طرح کیفیت متعینہ کے ساتھ مقید نہیں، اس لئے کہ معقول المعنی کی قبیل سے ہے۔ لہذا حفظ۔ تلقین، تحریر جس صورت سے ممکن ہو صحیح ہے، اسی طرح شریعت کی تحریف و ذلیخ وغیرہ سے حفاظت کیلئے بھی کوئی کیفیت اور صورت متعین اور مقرر نہیں ۱۲

گی اختیار کی جائے گی۔ اور یہ سب طریقے اور ذرائع مجموعی حیثیت سے جناب رسول اللہ ﷺ، صحابہ کرام، تابعین، تبع تابعین اور محدثین و مجتہدین رضی اللہ عنہم اجمعین سے ثابت ہیں، سلف صالحین کا برابر اس پر عمل رہا ہے اور آج تک چلا آرہا ہے۔

تبلیغ کو کسی خاص صورت | تو جبکہ تبلیغ مطلق اور عام ہے تو حسب قواعد شرعیہ اس کو کسی خاص طریقہ اور کے ساتھ مقید کرنا کیفیت اور ہیئت سے مقید و محدود اور متعین و مخصوص بہ تعینات و تخصیصات زائدہ اپنی رائے سے کرنا شریعت محمدی کا حلیہ بگاڑنا اور حدود اللہ سے تجاوز کرنا ہے، یہی تعدی حدود اللہ، تغیر شرع، احداث فی الدین اور بدعت و ضلالت ہے۔

تبلیغ مروجہ کی خاص صورت | چنانچہ تبلیغ مروجہ، خردج، چلہ، گشت، تشکیل، امورستہ ضروریہ، امر بعض المعروف، ترک اکثر المعروف، ترک نہی عن المنکر براسہ، دعا بالجہر والا جتماع، بیداری شب جمعہ، اجتماعی تلاوت یسین شریف، تقدیم الجہال علی منصب العلماء، امارت نااہل و فاسق، تنقیص و تحقیر علماء و مشائخ و مدارس و خوافق، مدہانت فی الدین، جمعہ فی القری، شرکت مجالس مولود وغیرہ سے مقید و مخصوص کر دی گئی ہے، پھر اس پر اصرار و تاکد، التزام مالا یزیم، تداعی و اہتمام مزید برآں۔

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحبؒ اپنی کتاب ”تبلیغی جماعت کے اوپر عمومی اعتراضات کے جوابات“ کے ص ۲۱۴، اول ایڈیشن پر بحوالہ جناب مولانا محمد منظور صاحب نعمانی فرماتے ہیں:

”یہاں تبلیغ سے مراد ایک خاص نظام عمل ہے، یعنی ایک خاص قسم کے دعوتی اور دینی ماحول میں خاص اصولوں کے ساتھ کچھ خاص اعمال و اشغال کی پابندی کرتے ہوئے، خاص پروگرام کے مطابق زندگی بسر کرنا“

چند سطروں کے بعد اس خاص عمل کے لئے تداعی و اہتمام کی تصریح کرتے ہوئے فرمایا:

الغرض یہاں تبلیغ سے مراد یہی خاص عملی پروگرام ہے، اور اس کیلئے ہر مسلمان کو خواہ اس کے علم و عمل میں کتنی ہی کمی ہو، اس کی دعوت دی جاتی ہے، بلکہ جہاں تک بس چلتا ہے، کھینچنے کی کوشش کی جاتی ہے۔

نیز خود حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ کتاب مذکور کے ص ۴۳ پر تصریح فرماتے ہیں:

تبلیغ میں صرف چھ نمبر متعینہ بتائے جاتے ہیں، انہیں کی مشق کرائی جاتی ہے، اور انہیں کو پیام کے طور پر لے جا کر شہر در شہر، ملک در ملک بھیجا جاتا ہے، ان کے اصولوں میں یہ بھی ہے کہ چھ نمبروں کے ساتھ ساتواں نمبر یہ ہے کہ ان چھ امور کے علاوہ کسی دوسری چیز میں مشغول نہ ہوں۔

واللہ

نیز ص ۴۶ پر مزید یہ ہے کہ: عالم کا وعظ کہنا حق ہے، مگر تبلیغی اسفار میں اور تبلیغی اجتماعات میں وہ اس کے پابند ہیں کہ چھ نمبروں کے علاوہ



اس اجتماع میں دوسری چیز نہ چھیڑیں۔

غرض کہ تبلیغ مروجہ کا بالکل مخصوص و محدود ہونا بالکل ظاہر ہے، اور یہ بھی بالکل ظاہر ہے کہ یہ خاص نظام عمل، خاص اعمال و اشغال کی پابندی، خاص پروگرام کے مطابق زندگی بسر کرنا، مروجہ ہیئت ترکیبی مجموعی کے ساتھ نہ تو نبی کریم ﷺ کے عہد مبارک میں تھا، نہ حضرات صحابہؓ و تابعین و تبع تابعین رضوان اللہ علیہم اجمعین کے زمانہ میں تھا، سلف صالحین کے یہاں اس کا پتہ و نشان بالکل نہیں، یہ چودھویں صدی کی ایجاد ہے۔

پس اس ہیئت مقیدہ کے الزام و اصرار، پابندی و تاکد، عموماً علما و خصوصاً عملاً، ایہام و جوب، مفضی الی فساد عقیدۃ العوام، و تداعی و اہتمام کی بنا پر تبلیغ مروجہ کے بدعت ہونے اور انضمام مکروہات کی وجہ سے محرم و مکروہ ہونے، غرض مجموعہ بہ ہیئت کذائیہ کے ممنوع ہونے میں کیا شک رہ جاتا ہے۔

مطلق تبلیغ کے دلائل خاص یہ بات بطور خاص ملحوظ رکھنے کی ہے کہ مطلق تبلیغ کے ثبوت سے مقید تبلیغ کے لئے معتبر نہیں ہیں۔ مطلق تبلیغ کا ثبوت نہیں ہوتا، احکام عامہ مطلقہ سے امور خاصہ مقیدہ مخصوصہ کا اثبات ہرگز صحیح نہیں ہے، تاوقتیکہ ان امور مقیدہ مخصوصہ کی تخصیص و تنقید کے لئے کوئی خاص اور مستقل دلیل نہ ہو، شریعت مقدسہ کے کسی مطلق حکم کو اپنی رائے سے مقید اور خاص کرنے کا کسی کو حق نہیں، خواہ صحابی ہی کیوں نہ ہو۔

مطلق کو اپنی رائے سے مطلق کو مقید، عام کو خاص اپنی رائے سے مقید کرنا بدعت ہے بدون دلیل شرعی کرنا احداث فی الدین،

بدعت و ضلالت اور منصب تشریع پر دست اندازی ہے، کما قال الشاطبی فی

الاعتصام ص ۲۲۹

فاذا ثبت (۱) مطلق الصلوٰۃ لا يلزمه اثبات الظہر والعصر والوتر او غيرها حتى ينص عليها على الخصوص و كذلك اذا ثبت مطلق الصيام لا يلزمه اثبات صوم رمضان او عاشوراء او شعبان او غير ذلك حتى يثبت بالتفصيل بدليل صحيح۔

ص ۳۴۵ پر فرماتے ہیں:

التقييد (۲) في المطلقات التي لم يثبت بدليل الشرع تقبيدها رای فی التشریع، اور ص ۷۳ ج ۱ پر فرماتے ہیں:

الثاني (۳) ان يطلب تركه ينهي عنه لكونه مخالفة لظاهر التشريع من جهة ضرب الحدود و تعيين الكيفيات والتزام الهيئات المعينة او اللازمة المعينة مع الدوام ونحو ذلك وهذا هو الابتداع والبدعة۔

- (۱) جب مطلق صلوٰۃ ثابت ہو تو اس سے ظہر، عصر اور وتر وغیرہ کا ثبوت نہیں ہو سکتا جب کہ خاص طور پر اس کے لئے نص نہ وارد ہو۔ ایسے ہی مطلق صیام کے ثبوت سے صوم رمضان، صوم عاشوراء یا صوم شعبان وغیرہ کا ثبوت نہیں ہو سکتا جب تک کہ صحیح دلیل سے تفصیل کے ساتھ ثابت نہ ہو (ن)
- (۲) مطلق کی ایسی قید جو دلیل شرعی سے ثابت نہ ہو شریعت میں رائے کو داخل کرنا ہے۔ ۱۲
- (۳) دوسری صورت یہ ہے کہ فعل و عمل کے ترک کا مطالبہ کیا جائے اور نبی کی جائے۔ ظاہر تشریع کی مخالفت کی وجہ سے۔

حافظ ابن دین العید احکام الاحکام ص ۵۸۱ پر فرماتے ہیں:

ان (۱) هذه الخصوصيات بالوقت او بالحال والهيئات والفعل المخصوص يحتاج الى دليل خاص يقتضى استحبابه بخصوصه وهذا اقرب لان الحكم باستحبابه على ذلك الهيئة الخاصة يحتاج دليلاً شرعياً عليه لا بد منه۔

پھر آگے چل کر فرماتے ہیں:

العبادة (۲) من جهة الشرع مرتبة على وجه مخصوص فيريد بعض الناس ان يحدث فيه امر لم يرد به الشرع زاعماً انه يدرجه تحت عموم فهذا لا يستقيم ان الغالب على العبادة التعبد وماخذها التوقيف

اگر عدم فرصت مانع نہ ہوتی تو بہت سی احادیث نبویہ اور آثار صحابہ اور روایات فقہیہ نقل کرتا، جن سے معلوم ہوتا کہ کتنی عبادات الہیہ

(۱) یعنی یہ خصوصیات وقت یا حال اور ہیئت کے ساتھ اور فعل مخصوص کی کسی خاص دلیل کی محتاج ہیں جو علی الخصوص ان کے استحباب پر دلالت کرے اور یہ اقرب الی صواب ہے، اس لئے کہ ہیئت خاصہ پر استحباب کا حکم دلیل شرعی کا محتاج ہے، اور یہ امر لازمی اور ضروری ہے۔ (ن)

(۲) عبادت شریعت سے کسی خاص طور پر مثلاً مطلقاً ثابت ہوتی ہے، تو بعض لوگ اس میں ایسی نئی بات ملا دیتے ہیں جو کہ شریعت سے ثابت نہیں ہوتی اور گمان یہ ہوتا ہے کہ یہ بھی عموم میں داخل اور مندرج ہے،

تو ان کا یہ خیال درست نہیں، کیونکہ عبادت میں تبدیلی طریقہ غالب ہے اور اس کا ماخذ توقيف ہے (یعنی شارع کے بتانے پر موقوف ہے اور اس کی واقفیت اور اطلاع کی کوئی صورت نہیں۔ ۱۲/ (ن)

وامور مندوبہ و مستحبہ کو اسی قسم کے تغیر و تبدل سے بدعت و ضلالت قرار دیا گیا ہے، اور اگر ایسا نہ ہوتا تو یقیناً شرع محمدی بچوں کا کھیل بن کر رہ جاتی۔

شریعت کی حدیں بہت مناسب ہے کہ حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ مصنف براہین ناقابل تغیر ہیں قاطعہ کا ایک بصیرت افروز ارشاد اس سلسلے میں نقل کر دیا جائے۔

حضرت موصوف براہین قاطعہ ص ۱۱۲ پر فرماتے ہیں۔

”اصل یہ ہے کہ حکم آیات و احادیث مجمع علیہ تمام امت کا ہے کہ کسی حد کو حدود شرعیہ میں سے تغیر نہیں کرنا چاہئے، اور کسی حکم کو تبدل کی زیادتی وغیرہ سے دینا نہیں چاہئے، مطلق کو مطلق مقید کو مقید، ضروری کو ضروری، مباح کو مباح اپنے مشروعہ پر رکھنا واجب ہے، ورنہ تعدی حدود اللہ اور احداث و بدعت میں گرفتار ہو جائے گا۔“

پس بناء علیہ یہ قاعدہ کلیہ مقرر ہو گیا کہ مباح اپنے اندازہ سے متجاوز نہ ہو علماء و عملاً اور مطلق اپنے اطلاق سے متغیر نہ ہو علماء و عملاً، اور مقید اپنے اندازہ سے نہ بدلے علماء و عملاً، اور اس پر آیات و احادیث دال ہیں۔

قاعدہ مذکورہ کے دلائل

چونکہ یہ قاعدہ مسلمہ سب کا ہے، اس لئے دلائل لکھنے کی حاجت نہیں، مگر قدر حاجت لکھتا ہوں۔

**جمعہ کی تخصیص** | قال رسول الله ﷺ: لا تحتصوا ليلة الجمعة بقيام بين الليالي ولا تحتصوا يوم الجمعة بصيام من بين الايام الا ان يكون في صوم يصومه احدكم (الحديث)  
 ”یعنی رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ شب جمعہ کو تمام راتوں میں شب بیداری کے لئے خاص مت کرو، اور جمعہ کے دن کو اور دنوں میں سے روزہ کے لئے خاص مت کرو، ہاں اگر کسی کے معمول کے روزہ میں جمعہ ہی آئے تو اور وہ بات ہے“

چونکہ شارع علیہ السلام نے جمعہ اور صلوٰۃ جمعہ کے بہت فضائل بیان فرمائے تھے، تو خدشہ تھا کہ کوئی اپنی رائے سے روزہ نماز کو کہ عمدہ عبادت ہیں، اس میں خاص نہ کر بیٹھے، اس لئے خود آپ نے بھی فرمادی کہ جس قدر امور جمعہ اور شب جمعہ میں ہم نے فرمادے ہیں، وہی اس میں افضل اور سنت ہیں، اگر کوئی اس میں قیاس و اضافہ کرے گا، تو وہ مقبول نہ ہوگا۔ پس حدیث میں یہ ارشاد ہوا کہ تم جمعہ اور شب جمعہ کو صوم و صلوٰۃ کے واسطے خاص مت کرو، کیونکہ صوم و صلوٰۃ نوافل مطلق اوقات میں یکساں ہیں خصوصیت کسی وقت کی بدون ہمارے حکم کے درست نہیں، پس مطلق کو مقید کرنے سے منع فرمادیا، جیسا کہ جن جن امور کے واسطے جمعہ کو مخصوص کیا ہے، مثلاً صلوٰۃ جمعہ مع لوازمہا، اس کے اطلاق کو منع فرمایا کہ صلوٰۃ جمعہ کسی اور دن میں نہیں ہو سکتی لہذا صاف ہو گیا کہ یوم و شب جمعہ کو مقید کرنا، جس میں وہ مطلق ہیں اور مطلق بنانا جس میں وہ مقید نہیں۔ دونوں ممنوع ہیں، پس اس حدیث میں حکم ہو گیا کہ ہمارے ارشاد کے مطابق سب کام کرو، اپنی رائے سے تغیر و تبدل مت کرو، مگر ہاں

شارع جس کو مستثنیٰ کر دیوں کہ وہ دوسری حدیث سے ثابت ہو جائے تو وہ شارع ہی کا حکم ہے تبدل و تغیر نہیں ہے۔  
 اور قول حضور علیہ السلام ”لا تحتصوا“ بھی مطلق وارد ہوا ہے، تخصیص خواہ اعتقاد و علم میں ہو، خواہ عمل میں، ناجائز ہو جاوے گی، سو یہ بھی ظاہر ہو گیا کہ تخصیص فعلی اگر منصوص مطلق میں واقع ہو جاوے گی، وہ بدعت اور داخل نہیں ہے۔  
 علیٰ ہذا مطلق کرنا مقید کا عام ہے کہ علماء ہو یا عملاً، دونوں منہی عنہ ہیں، چونکہ یہ قاعدہ اس حدیث سے بوضاحت مستنبط تھا، تو امام نووی اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں۔

صلوٰۃ الرغائب:

احتج به العلماء على كراهة هذه الصلوة البدعة التي تسمى الرغائب قاتل الله واضعها و مخترعها فانه بدعة منكورة من البدع التي هي الضلالة والجهالة۔

یعنی حجت پکڑی ہے علماء نے اس حدیث سے اوپر اس صلوٰۃ مبتدعہ کی کراہت کے جس کا نام صلوٰۃ الرغائب ہے، ہلاک کرے اللہ اس کے واضع اور اس کے مخترع کو اس لئے کہ یہ صلوٰۃ بدعت منکرہ ہے، ان بدعتوں میں سے جو کہ ضلالت و جہالت ہے  
 اب دیکھو کہ نماز جو کہ خیر موضوع اور عمدہ عبادت ہے، اور سب

اوقات میں افضل القربات ہے، بسبب تخصیص کے بدعت منکرہ بن گئی، اس کا اطلاق مشروع نہ رہا، قید وقت لگ کر مخصوص ہو گیا، تو اس کی وجہ سے سارا عمل مقید اور بدعت ہو گیا۔

### ایک اشکال اور اس کا حل

اور امام محمد غزالی نے جو احیاء العلوم میں اس کی فضیلت لکھی ہے، حالانکہ یہ قاعدہ کلیہ ان کا بھی مسلم ہے، اور اس کی وجہ یہ ہوئی کہ ان کو حدیث اس صلوٰۃ کے فضل میں ملی، انہوں نے اس کو صحیح جان کر عمل کیا اور سمجھا کہ شارع نے اس کا استثناء فرمایا ہے، لہذا وہ معذور ہیں، مگر نقاد حدیث نے اس کا موضوع ہونا محقق کر دیا، سوئی الحقیقت امام محمد غزالی نے اس کلیہ کے خلاف نہیں کیا، بلکہ تصحیح میں غلطی ہوئی، اور بشر خطا سے خالی نہیں، اور تنقید حدیث ہر ایک کا فن بھی نہیں، اس باب میں قول محدثین ہی معتبر ہوتا ہے، سو یہ خدشہ بھی رفع ہو گیا۔

پس بناءً علیہ شارح منیہ نے صلوٰۃ الرغائب کے بدعت ہونے کی دلیل ان کا یہاں نقل کرنا مناسب ہے

۱۔ منہا: فعلہا بالجماعة وهي نافلة ولم يرد به الشرع یعنی صلوٰۃ الرغائب کے بدعت ہونے کے دلائل میں سے ایک دلیل اس کا جماعت سے ادا کرنا ہے، حالانکہ یہ نفل ہے، اور شرع اس کے ساتھ وارد نہیں ہوئی۔

جماعت کو شارع نے خاص فرائض کے ساتھ کیا ہے، سو نوافل

میں قید جماعت کی غیر مشروع ہوئی، مگر جس کی اجازت شرع سے ثابت ہو گئی ہو، جیسے تراویح، استسقاء، کسوف اور بلا ندائی نوافل مطلقہ میں تو جماعت جائز ہوگی، باقی اپنی حالت کراہت پر رہی، تو دیکھو کہ جماعت یہاں منقول نہیں، بلکہ فرائض کے ساتھ مخصوص تھی، سو نوافل میں جماعت کی تخصیص کرنا، شرع کو توڑنا ہوا، لہذا لم يرد به الشرع کہا، اور اس کا ہی نام بدعت ہے۔

(۲) منہا: تخصیص سورة الاخلاص والقدر ولم يرد به الشرع، یعنی اس صلوٰۃ الرغائب کے بدعت ہونے کے دلائل میں سے ایک دلیل خاص کرنا ہے، سورہ اخلاص اور سورہ قدر کا، حالانکہ شرع اس کے ساتھ وارد نہیں ہوئی ہے، شارع علیہ السلام نے فرمایا تھا لا صلوٰۃ الا بفاتحة الكتاب و سورة معها، تو کسی سورت کو خاص نہیں کیا تھا مطلق سورہ کا حکم فرمایا تھا سو کسی صلوٰۃ میں کسی سورت کی تخصیص کرنا، اطلاق شارع کے خلاف ہے، مگر جہاں تخصیص وارد ہو گئی، جیسا سورۃ جمعہ اور سورۃ منافقون، صلوٰۃ جمعہ میں مثلاً، اس واسطے کہا کہ لم يرد به الشرع، یہی بدعت ہے۔

(۳) منہا: تخصیص الجمعہ دون غیرہا وقد ورد النهی عنه، یعنی صلوٰۃ الرغائب کے بدعت ہونے کے دلائل میں سے ایک دلیل اس کے لئے جمعہ کا دن مخصوص کرنا ہے، حالانکہ اس سے نہی وارد ہو چکی ہے، اس کا حال بھی ظاہر ہے، تکرار میں تطویل ہے

(۴) منہا: ان العامة يعتقدونها سنة، یعنی اس صلوٰۃ الرغائب کے بدعت ہونے کے دلائل میں سے ایک دلیل یہ ہے کہ عوام اس کے بارے

میں اعتقاد رکھتے ہیں کہ یہ سنت ہے، جس کی وجہ یہی ہوئی کہ جس امر مباح اور مندوب کے سبب عوام کے اعتقاد میں فساد ہو، اس کا ایسی طرح کرنا ممنوع ہے کہ اس کو تغیر حکم شرع کا لازم ہو جاوے عند العوام، اور رفع فتنہ عوام کا حتی الامکان واجب ہے۔

(۵) ومنہا: ان الصحابة والتابعين و من بعدهم لم ينقل عنهم یعنی صلوة الرغائب کے بدعت ہونے کے دلائل میں سے ایک دلیل یہ ہے کہ صحابہ و تابعین اور ان کے بعد کے لوگوں سے یہ منقول نہیں ہے۔ یہ خود روشن ہے کہ جس کی اصل قرون ثلاثہ سے ثابت نہ ہو، وہ بدعت و مردود ہو ویگا، سو یہ تعینات و تخصصات و تقیدات، خلاف ان قرون کے، کرنا خود باطل ہوا۔

#### چند قواعد کلیہ شرعیہ

سواب غور در کار ہے کہ اس صلوة کے امتناع پر شارح منیہ نے اس قاعدہ کلیہ پر کہ عدم تجاوز حدود شرع کا ہے، یہ چند استخراج کئے ہیں کہ یہ قواعد مثل انواع کے ہیں، ماتحت جنس کلی کے، اور ان سب سے صدہا جزئیات کا حکم حاصل ہوتا ہے۔

قاعدہ کلیہ (۱): ایک یہ کہ شارح نے جس کا اہتمام و تداعی کے ساتھ حکم صادر فرمادیا، وہ تو اسی طرح ہووے گا، اور جس کو مطلق فرمادیا، اس میں تداعی کا اضافہ نہ ہونا چاہئے، ورنہ تبدیل حکم شرعی و بدعت ہووے گا۔

قاعدہ کلیہ (۲): دوسرے یہ کہ جس شے کو کسی خصوصیت کے ساتھ فرما دیا وہاں تو وہ تخصیص مشروع ہے، ورنہ تخصیص بدعت ہووے گی۔

قاعدہ کلیہ (۳): تیسرے یہ کہ جہاں کسی زمانہ کو مقرر فرمادیا، وہاں تو قید زمانہ کی مشروع ہے، ورنہ بدعت ہے۔

قاعدہ کلیہ (۴): چوتھے یہ کہ اگر اس کے تداعی یا دوام سے عوام کو فساد عقیدہ حاصل ہو، تو اس کا ترک کرنا لازم ہوگا، اگر وہ دوام استحباب کے درجے میں ہو، نہ سنت موکدہ اور واجب کے۔

قاعدہ کلیہ (۵): پانچویں یہ کہ جس شے کی اصل قرون ثلاثہ میں نہ ملے، وہ بدعت ہے۔

اور ان سب جگہ علماء و عملاً یہ حکم ہے، اور شے اگرچہ فی نفسہ جائز ہو، مگر ان قیود و وجوہ سے بدعت ہو جاتی ہے۔

پس یہ پانچ قواعد کلیہ شرعیہ ہیں، کہ شارح منیہ نے استنباط فرمائے ہیں، اور سب فقہاء کے نزدیک مقرر ہیں، اور انھیں قواعد سے فاتحہ مرسومہ، سوئم، تعین جمعرات وغیرہ کی، اور محفل میلاد مروجہ سب کی سب بدعت ہو گئیں ہیں، انتہی

#### حدود شرع کی رعایت ضروری ہے:

(حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری علیہ الرحمہ براہین قاطعہ) ص ۱۰۴ پر فرماتے ہیں کہ ”ملا علی قاری حدیث ابن مسعود میں فرماتے ہیں:

من اصر (۱) علی مندوب و جعل عزمًا ولم يعمل بالرخصة فقد اصاب منه الشيطان من الاضلال فكيف من اصر علی بدعة ومنكر۔

(۱) جس شخص نے امر مندوب پر اصرار کیا اس کو مکمل واجب قرار دیا اس طرح پر کہ رخصت پر عمل نہ کیا تو اس سے شیطان نے بہانے کا حصہ لے لیا یہاں کیا حال ہے اس شخص کا جو کسی بدعت اور منکر پر اصرار کرے۔

بحر الرائق میں ہے:

لان (۱) ذکر اللہ اذا قصد به التخصیص بوقت دون وقت او  
بشئی دون شئی لم یکن مشروعاً ما لم یرد به الشرع۔  
عالمگیر یہ کہتا ہے:

بکرہ (۲) للانسان ان یختص لنفسه مکاناً فی المسجد یصلی فیہ۔  
بخاری میں ہے کہ حضرت عمرؓ نے مسجد میں لوگوں کو صلوٰۃ صغیٰ  
پڑھتے دیکھ کر فرمایا کہ یہ بدعت ہے، حالانکہ صلوٰۃ صغیٰ سنت و مستحب ہے،  
اور مسجد میں جانا بھی مستحب ہے، مگر چونکہ بایں اجتماع اس صلوٰۃ کا مسجد  
میں پڑھنا ثابت نہ تھا اس لئے اس کو بدعت فرمایا۔  
اور حضرت عبداللہ بن المغفل صحابی نے جہر بسم اللہ کو فاتحہ کے  
ساتھ نماز میں بدعت و منکر فرمایا، حالانکہ بسم اللہ ذکر ہے، اور جہر ذکر  
ممنوع نہیں ہے۔ مگر چونکہ یہاں جہر منقول نہ تھا، اس کو بدعت فرمایا،  
ترمذی وغیرہ کتب احادیث میں مذکور ہے، امام صاحب کے نزدیک عید  
الفطر میں تکبیر بخبر راہ مصلیٰ میں بدعت ہے، اس واسطے کہ ان کے نزدیک  
یہ تکبیر خفیہ ثابت ہوئی ہے، سو جہر غیر مورد بدعت ہوا، حالانکہ جہر بالتکبیر  
ذکر مستحسن ہے۔

غرض ان سب سے یہی ثابت ہوا کہ اطلاقات شارع کو قید زمان  
و مکان و ہیئت سے مقید کرنا بدعت ہے، بدون اذن شارع کے، پس اس  
(۱) اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کے ذکر کی تخصیص کا جب قصد کیا جائے وقتوں میں سے کسی وقت کے ساتھ یا اشیاء  
میں سے کسی شے کے ساتھ تو وہ امر مشروع نہ ہو گا جب تک کہ شریعت اس کے ساتھ وارد نہ ہو۔ ۱۳  
(۲) انسان کیلئے کر وہی مسجد میں اپنے لئے نماز پڑھنے کی جگہ مخصوص کر لے۔

کلیہ سے جو مسلمہ تمام امت کا ہے، اور ان احادیث اور روایات فقہاء  
و مجتہدین سے خوب محقق ہوا کہ کسی حکم کا کسی وجہ سے تبدل و تغیر نہیں  
چاہئے، نہ کسی سے، نہ زیادت سے، نہ تبدل و صف سے، اتنی  
اور ص ۲۵۹ پر فرماتے ہیں:

حکم مشروع میں کسی غیر مشروع کی بات متفق علیہ ہے تمام امت  
چیز کے شمول سے کراہت آجاتی ہے | کسی غیر مشروع کے خلط  
و عروض سے خواہ یہ غیر مشروع اصلی ہو یا عرضی، غیر مشروع اور ممنوع  
ہو جاتا ہے، جیسے نماز ارض مغصوبہ میں مکروہ تحریمی ہے، اور تصویر کے  
سامنے اور آتش کے سامنے نماز مکروہ تحریمی ہے، اگرچہ نماز عمدہ عبادات  
مفروضہ تھی، مگر عروض امور غیر مشروعہ سے محرم ہو گئی، اور یہ بھی عرض  
کیا جا چکا ہے ہے قیود محفل مروجہ (میلا د) کی دو قسمیں ہیں۔ بعض وہ امور ہیں  
کہ باصلہ مکروہ و حرام ہیں، تو ان کے محفل میں موجود ہونے سے یہ محفل  
محکوم، بحرمت و کراہت ہو جاوے گی۔ بہر حال اس کا عقد اور شرکت دونوں  
ممنوع رہیں گے، اور کوئی عذر و تاویل اس کے جواز کی ممکن نہیں، جیسا  
روشنی زائد از قدر حاجت کہ بہ نص حرام و اسراف ہے، اور لباس حاضرین  
کا جو محرم شرعی ہے اور مداحمت فی الدین کہ نص سے اس کی حرمت محقق  
ہے۔

اور قسم دوم وہ امور ہیں کہ باصلہ مباح ہیں یا مندوب، مگر بسبب  
عروض تاکد یا وجوب کے علماً یا عملاً ذہن خواص میں یا عوام میں، ان کو  
کراہت عارض ہو گئی حسب حکم شرعی کے، پس امور ثانی کا وجود مجلس

مولود میں اس وقت تک جائز اور مباح ہے کہ اپنی حالت اصلیہ پر رہیں، جس وقت اپنی حالت سے نکل کر، یا عوام کے ذہن میں ان کی کیفیت و انداز اباحت و ندب سے بڑھی، اس وقت وہ بھی مکروہ ہو جاتے ہیں، اور ان کے ہونے سے محفل مولود عقد و شرکت میں مکروہ ہو جاتی ہے۔ پس قاعدہ اہل ایمان یاد رکھیں، بہت کار آمد ہے۔ انتہی

اور اگر امور منضمہ الگ الگ مسنون و مباح ہوں اور ان امور منضمہ مسنونہ مباحہ کو ملا کر ایک عمل مرکب کو جاری کیا جائے جیسے خروج، تشکیل، چلہ، اور امور ستہ وغیرہ سے مرکب ایک عمل خاص بنام تبلیغ جاری کیا ہے تو اس ہیئت ترکیبی و مجموعی کیلئے بھی دلیل خاص اور مستقل ہونا ضروری ہے، کما قال الشاطبی فی الاعتصام ص ۳۶ ج ۱

”فذلك ابتداء والدليل عليه ان لم يات عن رسول الله صلى الله عليه وسلم ولا عن اصحابه ولا عن التابعين لهم باحسان فعل هذا المجموع هكذا مجموعا وان اتى مطلقا من غير تلك التقييدات فالتقييد في المطلقات التي لم يثبت بدليل الشرع تقييدها رأی فی التشریع (۱)

حضرت مولانا خلیل احمد صاحب ”براہین قاطعہ“ ص ۷۸ پر فرماتے ہیں:

سُنن کا مجموعہ وہی محمود ہوتا ہے کہ خالی از کراہت و

(۱) پس بدعت ہے اور دلیل اس کی یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ اور آپ کے صحابہؓ اور تابعینؓ محسنین سے یہ مجموعہ بابت نہیں۔ اگرچہ مطلقاً بغیر قید کے ثابت ہو، پس مطلق فعل میں ایسی قید لگانا جو شرع سے ثابت نہ ہو، شریعت میں رائے کو دخل دینا ہے۔ (ن)

بدعت ہو، اور جمع موافق شرع ہو، اور جمع سنن سے کراہت بھی حاصل ہوتی ہے۔ دیکھو قرآن پڑھنا سنت تھا اور نماز سنت تھی، مجموعہ مشابہ باہل کتاب ہو گیا، اور رکوع مشروع اور قرآن مشروع جمع دونوں کا مکروہ ہوا، و علی هذا، مگر مولف نے ایک قاعدہ سیکھ لیا ہے جس کے مفرد اجزاء مباح ہوں گے مرکب بھی مباح رہے گا۔ اور یہ خود ناتمام ہے۔“ انتہی۔

اور ص ۵۹ پر فرماتے ہیں:

مولف نے یہ قاعدہ ذہن نشین کر لیا ہے کہ جو حکم اجزاء کا ہوتا ہے، وہی مجموعہ مرکب بہ ہیئت ترکیبیہ کا ہوتا ہے۔ اور اس کا بطلان پہلے ہو چکا ہے۔“

امور منضمہ اگر موقوف علیہ ہوں تو اب فضائل تبلیغ اگر بیان کئے جائیں تو کسی کو مضر نہیں، کلام تو اس کا شمول بدعت نہیں اس ہیئت کذائیہ ترکیبیہ میں ہے جس کا وجود قرون ثلاثہ سے لیکر آج تک ثابت نہیں۔ محض اس زمانے کی ایجاد ہے، البتہ اگر یہ امور منضمہ ”ما لم يتم الواجب الا به“ یعنی واجب کے موقوف علیہ ہونے کی حیثیت رکھتے ہوں تو اس قید و وصف کا سلف میں معمول بہا ہونا شرط نہیں، اور اللہ یہ شرط کہ خاص طور پر شریعت میں اس کی اصل ہو، پس وہ تقیید و تخصیص بدعت نہ ہوگی۔

کما قال الشاطبی فی الاعتصام ص ۷۹ ج ۱

فامثلة (۱) (القيد) الواجب منها من قبيل ما لا يتم الواجب الا به فلا يشترط ان يكون معمولاً به في السلف ولا ان يكون له اصل في الشرعية على الخصوص لانه من باب المصالح المرسله لا البدع<sup>۱</sup>“

والقانون العقلي والشرعی ”مقدمة الواجب واجب

مشهور“ (۲)

واجبات میں کوئی خرابی آجائے اور جو چیز واجب ہو اور اس میں کوئی خرابی پیدا ہو گئی ہو، تو اس خرابی کی اصلاح کی جاوے گی، اس کو ترک نہ کیا جاوے گا، اور اگر ضروری اور موقوف علیہ نہ ہو تو اس کا ترک کر دینا واجب ہے، کما یدل (۳) علیہ قول المولانا الحنوجھی المذکور فی تذکرۃ الرشید، وهو ہذہ۔

جو چیز خدائے تعالیٰ کی طرف سے فرض ہو، اگر اس میں کچھ مفاسد پیدا ہو گئے ہوں اور اس کا حصول بدون اس فرد کے ناممکن ہو تو وہ فرد حرام نہ ہوگا بلکہ ازالہ ان مفاسد کا اس سے واجب ہوگا، لیکن اگر وہ تقییدات و تخصیصات موقوف علیہانہ ہوں اور اس میں کچھ مفاسد پیدا ہو گئے ہوں، مثلاً مباح کو

(۱) ان خود واجبہ میں سے وہ خود بھی ہیں جو مالاہتم الواجب الایہ (جن پر واجب کا ہونا موقوف ہو) کے قبیل سے ہے، اس قید کا سلف میں معمول نہ ہونا شرط نہیں ہے، اور نہ یہ شرط ہے کہ خاص طور پر شریعت میں اس کی کوئی اصل ہو۔ اس لئے کہ وہ مصالح مرسلہ کے باب سے ہے بدعت نہیں ہے۔

(۲) واجب کا عقد نہ بھی واجب ہو تا ہے یہ مشہور عقلی و شرعی قاعدہ ہے۔ (ن)

(۳) جیسا کہ حضرت مولانا گنگوہی کا ارشاد جو تذکرہ الرشید میں ہے اس پر دلالت کرتا ہے۔ (ن)

سنت، سنت کو واجب، غیر لازم کو لازم، علمایا عملاً سمجھنے لگیں تو اس کا ترک واجب ہوگا، علی الخصوص علماء پر ”انتہی شاطبی الاعتصام ص ۹۷ ج ۱ پر فرماتے ہیں:

عن (۱) عبد اللہ بن مسعود القصد فی السنة خیر من الاجتهاد فی

البدعة

آگے فرماتے ہیں:

قد روی (۲) معناه مرفوعاً ان النبی ﷺ عمل قلیل فی السنة خیر من عمل کثیر فی البدعة۔

حضرت مولانا سہارنپوریؒ کی براہین قاطعہ ص ۱۲۷ پر بحوالہ الطریقۃ الحمدیہ فرماتے ہیں:

”ثم اعلم ان فعل البدعة اشد ضرراً من ترك السنة بدليل ان الفقهاء قالوا اذا تردد فی شئی بین كونه سنة وبدعة فتركه لازم“

حضرت مولانا عبدالحی فرنگی محلیؒ اپنے رسالہ ”ردع الاخوان عن محدثات آخر جمعة فی رمضان“ میں فرماتے ہیں:

قد تقرر (۳) فی مقررہ ان کل مباح ادی الی التزام غیر مشروع والی فساد عقائد بدعت بن جاتا ہے

(۱) حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے کہ سنت میں ممانہ روی بدعت میں کوشش و ممانہ سے بہتر ہے۔ (ن) (۲) سرور عالم ﷺ نے فرمایا کہ سنت میں عمل قلیل بدعت کے عمل کثیر سے بہتر ہے۔ (ن) (۳) اپنی جگہ پر ثابت ہو چکا ہے کہ جو مباح ضروری سمجھ لیا جائے اور اس سے عوام کے عقائد فاسد ہونے لگیں تو=



على العلماء ان لا يلتزموا لكونه موديا الى اعتقاد السنية وقد وقع ذلك من العوام الى ان قال فعلى اهل العلم الذين كالملاح في الطعام اذا فسد فسد الطعام ان يتركوا الالتزام۔“

اگر مندوب و مستحب کو سنت مقصودہ کا یا واجب کا درجہ دیدیا علمایا عملاً، یا سنت مقصودہ کو واجب کا درجہ دیدیا علمایا عملاً تو یہی عمل مشروع بدعت بن جاتا ہے۔ کما قال الشاطبی فی الاعتصام ص ۳۶ ج ۱

کل ما واطب (۱) رسول الله من النوافل واطهره فی الجماعات فهو سنة فالعمل بالنافلة التي ليست بسنة على طريقة العمل بالسنة اخراج للنافلة عن مكانها المخصوص بها شرعاً ثم يلزم من ذلك اعتقاد العوام فيها ومن لا علم عنده أنها سنة وهذا فساد عظيم لأن اعتقاد ماليس بسنة والعمل بها على حد العمل بالسنة نحو من تبديل الشريعة كما لو اعتقد في الفرض انه ليس بفرض او فيما ليس بفرض أنه فرض ثم عمل وفق اعتقاده فانه فاسد فهدب العمل في الاصل صحيحاً فاخرجه عن باب اعتقاداً وعملاً من باب افساد الاحكام الشرعية من ههنا ظهر عذر السلف الصالح في تركهم سنة قصداً لئلا يعتقد الجاهل انها من الفرائض۔

= اس کا ترک کرتے علماء پر واجب ہو جاتا ہے، پس علماء پر واجب ہے کہ وہ التزام نہ کریں کیونکہ لوگ اس کو سنت سمجھنے لگیں گے بلکہ یہ عوام کی جانب سے واقع بھی ہو گیا ہے..... پس علماء کرام پر جو کھانے میں تنک کے برابر ہیں اور جب تنک فاسد ہوتا ہے تو کھانا بھی خراب ہو جاتا ہے، لازم ہے کہ التزام تو ترک کر دیں۔ (ن)

(۱) ہر وہ عبادت تہ فہ جس پر رسول اللہ ﷺ نے مواظبت فرمائی ہو، اور اس کو جماعتوں میں ظاہر =

اس کے علاوہ اکابر علماء محققین کے کثیر اقوال ہیں، بخوف طوالت، بوجہ قلت فرصت نقل نہیں کئے گئے، سمجھنے کیلئے اتنا کافی سے زیادہ ہے، تبلیغ مروجہ کی قیود و تخصیصات پر تبلیغ کا حصول موقوف نہیں، دیگر اور بھی بہت سی صورتیں ہیں، پس وہ از قبیل مالا یتیم الواجب الا بہ نہیں ہیں، دوسرے یہ کہ اگر یہ قیود مباح یا سنت ہیں تو بوجہ اصرار و تاکد و التزام مالا یلزم اور بوجہ مفضی الی فساد عقیدۃ العوام ہونے حسب تصریح احکام مذکورۃ الصدر بدعت قرار پاتے ہیں، اور ہم دیکھتے ہیں کہ ان قیود و تخصیصات کو عملاً ہی نہیں بلکہ قولاً و علماً سنت سمجھا اور کہا اور لکھا جا رہا ہے اور اس کی بڑی بڑی فضیلت بیان کی جا رہی ہے، یہاں تک کہ کہتے اور لکھتے ہیں کہ سنت کی واحد صورت ہے تو یہی ہے، اور بوجہ اصرار ہر جگہ، ہر دیہات و قصبہ، ہر شہر، اور ہر وقت و زمانہ میں بس ایک ہی طریقہ، ایک ہی ہیئت اختیار کی جا رہی ہے، اور عملاً و جوب کا درجہ دیدیا گیا ہے اور یہ امر بہت ظاہر ہے۔

اور اس کے بعد یہ مسئلہ خاص طور پر سمجھ لینے کا جائز و ناجائز کا مجموعہ ہے اور اوپر اس کی تصریح بھی ہو چکی ہے کہ ناجائز ہوتا ہے امر مشروع و جائز ایک مکروہ کے انضمام سے مکروہ

= فرمایا ہو وہ سنت ہے، پس وہ نقلی عمل جو کہ سنت نہ ہو اس کو عمل بالسنة کے طریقہ پر کرنا درحقیقت اس نقلی عمل کو اس مرتبہ سے خارج کرنا ہے جو کہ شرعاً اس کے ساتھ مخصوص تھا، پھر اس سے لازم آتا ہے کہ عوام اور جہلاء اس کو سنت اعتقاد کرنے لگیں اور یہ فساد عظیم ہے، اس لئے کہ جو سنت نہ ہو اس کو سنت اعتقاد کرنا شریعت کو تبدیل و تغیر کر دینا ہے جیسا کہ غیر فرض کو فرض اعتقاد کرنا، فرض کو غیر فرض اعتقاد کرنا، پھر اپنے اعتقاد کے موافق عمل کرنا تو یہ فاسد ہے پس عمل اگرچہ فی الاصل صحیح ہو لیکن اس عمل کو اپنے باب سے اعتقاد لیا عملاً نکال دینا احکام شریعہ کے فاسد کر دینے کے قبیل سے ہے، یہیں سے سلف صالحین کے قصد استوں کے ترک کر دینے کا عذر ظاہر ہو گیا کہ جاہل یہ اعتقاد کرنے لگیں کہ یہ عمل فرائض و واجبات میں سے ہے۔ (ن)

ونا جائز ہو جاتا ہے، اہل علم پر یہ بات مخفی نہیں کہ نتیجہ ہمیشہ اخس کے تابع ہوتا ہے، جائز و ناجائز کا مجموعہ ناجائز، صحیح و غلط کا مجموعہ غلط، پاک اور نجس کا مجموعہ نجس، حلال و حرام کا مجموعہ حرام ہوتا ہے، ایک قطرہ پیشاب گھروں پانی کو ناپاک کر دیتا ہے۔

اخرج عبدالرزاق فی مصنفہ عن ابن مسعود موقوفاً  
”ما اجتمع الحلال والحرام الا غلب الحرام“ (۱)

حضرت مولانا غلیل احمد صاحب براہین قاطعہ ص ۷۸ پر فرماتے ہیں:

مولود ذکر خیر ہی کا نام ہے، مگر اس کے ساتھ اگر امر مکروہ منضم ہو جائیگا تو لاریب مکروہ ہو جائے گا کہ مجموعہ حلال و حرام کا حرام ہوتا ہے، صدہا مثالیں موجود ہیں اور قاعدہ کلیہ فقہاء کا اذا اجتمع الحلال والحرام غلب الحرام، مشہور ہے، پس ان امور لاحقہ یعنی مکروہہ سے بیشک حرمت و کراہت آویگی۔ بدیہی کا انکار بلاہت ہے، صلاۃ و قرآن کو دیکھ کر پڑھنے سے اور ارض مغصوبہ میں اور تصویر کے روبرو حرام ہو گئی، ذرا آنکھ کھول کر دیکھئے، حاصل یہ ہے کہ جو قید تغیر حکم شرعی کا کر دیوگی، بدعت و کراہت ہو جاوگی۔ ورنہ نہیں اور سنت ہونا قید کا مانع بدعت ہونے کا نہیں ہوتا۔“

تبلیغ مروجہ کے مفاسد | تبلیغ مروجہ میں مکروہات مثلاً تقدیم الجہال علی العلماء، ترک نبی عن المنکر، مدہمت فی

(۱) جب حلال و حرام مل جائیں تو مجموعہ حرام ہی ہوتا ہے

الدین، امارت و خلط نا اہل و فساق، جمعہ فی القری، شرکت مجالس مولود، تنقیص و تحقیر علماء و مشائخ، فساد اعتقاد عوام وغیرہ کا انضمام بدیہی ہے، جس طرح بدعت فعلی ہوتی ہے، اسی طرح ترک بھی ہوتی ہے، وہ یہ کہ کسی مطلوب شرعی و جائز عمل کو دونا ترک کر دیا جائے۔

امام شاطبی الاعتصام ص ۴۲ ج ۱ پر  
امر شرعی کا ترک بھی بدعت ہے فرماتے ہیں:

ان البدعة (۱) من حيث قيل فيها انها لطريقة  
مخترة الخ يدخل في عموم لفظها البدعة التركية كما  
يدخل فيه البدعة غير تركية، فقد يقع الابتداء بنفس  
الترك تحريماً للمترك او غير تحريم فان الفعل مثلاً قد  
يكون حلالاً بالشرع فيحرمه الانسان على نفسه او  
بقصد تركه قصداً۔

آگے فرماتے ہیں:

وان كان الترك (۲) تديناً فهو الابتداء اذ قد فرضه الفعل جائزاً  
شرعاً في الترك المقصود معارضة في شرع التحليل۔“

(۱) بدعت کے بارے میں جبکہ یہ کہا گیا ہے وہ دین کے گمراہ ہوئے طریقے کا نام ہے اس کو اس کے عموم میں بدعت ترکہ بھی داخل ہے، جیسا کہ اس میں بدعت غیر ترکہ داخل ہے، پس بدعت صرف ترک کر دینا ہوگا۔ خواہ متروک کو حرام سمجھ کر ترک کیا ہو۔ خواہ حرام نہ سمجھا ہو، اس لئے کہ مثلاً فعل کبھی شرعاً حلال ہوتا ہے مگر انسان اس کو اپنے نفس پر حرام کر لیتا ہے یا قصد اس کو ترک کر دیتا ہے۔ (۲) اور اگر ترک تدیناً ہے تو یہ ابتداء فی الدین ہے۔ اس لئے کہ فعل کو ہم نے جائز فرض کیا ہے، لہذا بالقصد ترک کرنا شارع کا معارض ہوگا کیونکہ یہ تحلیل شارع کے مقابلے میں تحریم ہے (ن)

ارشادات حضرت گنگوہیؒ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ مزید تاکید و بصیرت کیلئے تائیداً قطب عالم امام ربانی حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی قدس سرہ کے وہ ارشادات نقل کر دیئے جائیں جو منتشر اور متفرق طور پر ان مکاتیب میں مندرج ہیں جو مابین حضرت گنگوہیؒ اور حضرت تھانویؒ واقع ہوئے تھے، لیکن بوجہ عدم فرصت اختصار و اشارہ ہی پر مجبور ہوں، بہتر ہو کہ آں عزیزان مکاتیب کا بغور مطالعہ فرمائیں، انشاء اللہ فائدہ ہوگا، یہ مکاتیب تذکرۃ الرشید ص ۱۱۳ لغایت ص ۱۳۶ پر مذکور ہیں، ارشاد ہے۔

۱۔ اگر قیود غیر منقول ہوں اور حصول ان قیودات پر موقوف ہوں تو وہ قیود بدعت نہیں۔

مثال میں حضرتؒ نے ان اذکار و اشغال صوفیہ کو پیش کیا جو تحصیل نسبت اور توجہ الی اللہ کیلئے حضرات صوفیہ نے متعین فرمائی ہیں، اور وہ غیر منقول ہیں، نیز ان آلات و ذرائع کو پیش کیا جو اعلاء کلمۃ اللہ یعنی جہاد کیلئے قرون ثلاثہ کے بعد لوگوں نے ایجاد کئے ہیں۔

۲۔ اگر مامور کے ایک نوع میں نقصان ہو اور دوسری نوع، سالم اس نقصان سے ہو تو وہ بھی فرد خاصہ مامور بہ بن جاتا ہے اور اس کے عوارض میں... اگر نقصان ہو تو اس نقصان کا ترک لازم ہوگا، نہ کہ اس فرد کا۔

مثال میں مامور بہ تقلید کو پیش کیا ہے کہ: مطلق تقلید کے دو افراد نوعیہ ہیں، ایک فرد نوعی غیر شخصی ہے، جو سبب ہے مفاسد کا، اور دوسرا فرد اس کا شخصی ہے جو

مطلق تقلید کے دو افراد نوعیہ ہیں، ایک فرد نوعی غیر شخصی ہے، جو سبب ہے مفاسد کا، اور دوسرا فرد اس کا شخصی ہے جو سالم ہے اس فساد و نقصان سے، لہذا اس اصول اور کلیہ کی روشنی میں تقلید شخصی ہی متعین ہوئی۔

۳۔ جو چیز حق تعالیٰ کی طرف سے فرض ہو اگر اس میں کچھ مفاسد پیدا ہو گئے ہوں اور اس کا حصول بدون اس فرد کے ناممکن ہو تو وہ حرام نہ ہوگا، بلکہ ازالہ ان مفاسد کا واجب ہوگا، مثلاً تقلید شخصی اور غیر شخصی دو نوع ہیں، شخصیت اور غیر شخصیت، دونوں فصل ہیں، جس تقلید کی، کہ تقلید کا وجود بغیر ان فصول کے محال ہے، کیونکہ فصول ذاتیات میں داخل ہیں، اور جب تقلید غیر شخصی حرام تو شخصی واجب ہے، اسی واسطے فقہاء نے تقلید غیر شخصی کو کتابوں میں منع لکھا ہے، اور تقلید شخصی کو واجب۔

۴۔ مباح منضم جب تک اپنی حد پر رہیگا جائز، اور جب اپنی حد سے خارج ہوگا ناجائز ہوگا، مثلاً ذکر ولادت فخر و دو عالم ﷺ فی زمانہ جو قیود مباحہ ہیں، وہ ذکر کی فصول نہیں ہیں۔ (جیسا کہ تبلیغ مروجہ کی قیودات تبلیغ کی فصول نہیں ہیں) بلکہ امور منضمہ ہیں، کہ بدون ان کے فکر ولادت (اور تبلیغ) حاصل ہو سکتا ہے، اور جب اپنی حد سے بڑھ گئے کہ ان میں تاکد و اصرار مداعی و اہتمام پیدا ہوا تو یہ ذکر (اور تبلیغ) ناجائز و بدعت ہوگا۔

۵۔ امور مرکبہ میں اگر کوئی ایک جز بھی ناجائز ہو جائے تو مجموعہ پر حکم عدم جواز کا ہو جاتا ہے۔ آپ کو معلوم ہو گا کہ مرکب حلال و حرام سے حرام ہوتا ہے، کلیہ فقہ کا ہے۔ مثلاً ولادت کیساتھ جب مسرفانہ روشنی وغیرہ امور مکروہہ و ممنوعہ کا انضمام ہوا تو یہ محفل ناجائز ہوگی۔ (اسی طرح تبلیغ کے ساتھ امور مکروہہ متضمن ہوں گے تو یہ صورت ناجائز ہوگی)

۶۔ مقید بامر مباح میں اگر مباح اپنی حد سے نہ گزرے یا عوام کو خرابی میں نہ ڈالے تو جائز اور اگر ان دونوں امروں میں سے کوئی امر واقع ہو جائے تو ناجائز ہوگا۔ اس کی صدہا مثالیں ہیں۔

۷۔ جو امر بذریعہ غیر مشروع حاصل ہو، وہ خود ناجائز ہے، یہ امر یقینی ہے کہ جو خیر بذریعہ غیر مشروع حاصل ہو وہ امر خیر نہیں اور جب قیود کا غیر مشروع ہونا ثابت ہو جائے تو اس کا ثمرہ کچھ ہی ہو جائز الحصول نہ ہوگا، مثلاً آپ سماع ذکر ولادت بہ ہیئت کذائیہ کو موجب ازدیاد محبت تصور کرتے ہیں، اور بذریعہ غیر مشروع تحصیل محبت کی اجازت دیتے ہیں۔ (تو یہ طریقہ صحیح نہیں ہے۔)

۸۔ جو امر مندوب مغوی ہو تو وہ امر مندوب ناجائز ہوگا، اگر تسلیم کر لیا جائے کہ آپ کی محفل میلاد (ہذا تبلیغ) خالی ہے، جملہ منکرات سے اور کوئی امر نامشروع اس میں نہیں ہے، تو دیگر مجس تمام عالم کی تو سر اسر منکر ہیں، اور یہ فعل آپ کا ان کیلئے موید ہے، پس یہ فعل آپ کا جب مغوی خلق ہوا تو اس کے جواز کا

کیسے حکم کیا جاوے گا، اگر حق تعالیٰ نے نظر انصاف بخشی ہے تو سب واضح ہے ورنہ تامل اور شبہات کو بہت گنجائش ہے، مذاہب باطلہ کی اہل حق نے بہت کچھ تردید کی مگر قیامت تک ان کے شبہات تمام نہ ہوں گے۔

۹۔ التزام بالایلزم بدون اعتقاد و وجوب بھی ممنوع ہے، اگر باصرار ہو، اگر مندوب پر دوام بلا اصرار ہو وہ جائز ہے، ملور مستحب ہے، بشرطیکہ عوام کو ضرر کرے، اور اگر عوام کے اعتقاد میں خلل پڑے تو وہ بھی مکروہ ہے، جیسے کتب فقہ میں سور مستحبہ کے التزام کو مکروہ لکھا ہے۔

۱۰۔ جب تک شیخ کسی مسئلہ کو جو بظاہر خلاف شرع ہو بدلائل شرعیہ قطعیہ ذہن نشین نہ کر دے مرید کو اس کا قبول کرنا ہرگز روا نہیں، اس کی نظیر میں احادیث بکثرت ملتی ہیں، ایک نظیر بیان کرتا ہوں اس پر غور کیجئے۔ جب واقعہ مسیلمہ میں قراء بہت شہید ہو گئے اور حضرت عمرؓ کو اندیشہ ذہاب کثیر قراء ہوا۔ انھوں نے حضرت ابو بکرؓ کو جمع قرآن کا مشورہ دیا، حضرت ابو بکر صدیقؓ نے بعد مباحثہ بسیار قول عمرؓ کو قبول فرمایا اور اس کا استحسان ان کے ذہن نشین ہو گیا، اور دونوں کی رائے متفق ہو گئی اور سنت بلکہ وجوب مقرر ہو گیا، اور زید بن ثابتؓ کو اس امر کے واسطے فرمایا، تو باوجود اس کے کہ یحییٰ بن زید بن ثابتؓ سے علم و فضل میں بہت زیادہ تھے، اور صحبت ان کی یہ نسبت زید بن ثابتؓ کے طویل تھی اور ان کے باب میں حکم شارع علیہ السلام

ثابت ہو چکا تھا کہ اقتدوا (۱) بالذین من بعدی ابی بکر و عمر (رواہ البخاری) مع ہذا یذ نے چونکہ اس امر کو محدث سمجھا (اور ترک فعل سمجھا) تو یہی فرمایا کہ کیف تفعلون (۲) شینالم یفعلہ رسول اللہ ﷺ اور ان کے کہنے کو ہرگز تسلیم نہ کیا، کیونکہ ایجاد بدعت ان کے نزدیک سخت معیوب تھا۔ اور شیخین کو معصوم نہ جانتے تھے، لہذا مناظرہ شروع کر دیا، مگر جس وقت شیخین نے ان کو سمجھایا اور سنت اس فعل کی زید کو ثابت ہو گئی (اس کو عدم فعل سمجھ لیا) تو اس وقت بدل و جان قبول کر کے اس کی تعمیل میں مصروف ہو گئے، بخاری کو تم نے خود پڑھا پڑھایا ہے، زیادہ کیا لکھوں۔

پس ایسا بدست شیخ ہو جانا کہ مامور و منہی کی تمیز نہ رہے اہل علم کا کام نہیں۔ "لا طاعة لمخلوق فی معصیة الخالق" (۳) یہ امر بھی عام ہے اس سے کوئی مخصوص نہیں، اور اگر کسی عالم نے اس کے خلاف کیا ہے تو بسبب فرط محبت اور جنون عشقیہ کے کیا ہے، سو وہ قابل اعتبار نہیں، اور شیخ نصیر الدین چراغ دہلوی کا واقعہ کہ مجلس سلطان المشائخ رحمۃ اللہ علیہ سے مجتنب رہتے تھے اور کہا کرتے تھے کہ "فعل مشائخ حجت نباشد" (۴) آپ نے سنا ہو گا، اور حضرت سلطان المشائخ کا اس پر یہ فرمانا کہ "نصیر الدین (۵) درست می گوید" تصدیق

(۱) اقتداء کر دینے سے بعد از بکری اور عمر کی (۲) کیسے ہوتے ہو ایسا کام کر لیں جس کو رسول اللہ نے نہیں کیا (۳) مانع کی تا فرمائی کر کے مخلوق کی اطاعت جائز نہیں ہے۔ (ن) (۴) (۵) مشائخ کا فعل دلیل نہیں ہے۔ (۵) نصیر الدین صحیح کہتے ہیں۔

تحریر بندہ کی کرتا ہے، اسی واسطے مشائخ اپنے مرید علماء سے مسائل دین کی تحقیق کرتے تھے، اور کرتے رہتے ہیں۔ اور اپنی معلومات مخالفہ سے تائب ہو جاتے تھے، چنانچہ حضرت نے "غذائے روح" میں قصہ اس عارف کا جو غار میں رہتا تھا، اور ٹکیہ موم کی آنکھ اور بتی نجاست کی ناک میں رکھتا تھا، لکھا ہے کہ انہوں نے مرید کے اس کہنے سے کہ اس صورت میں نماز نہیں ہوتی، اپنی نمازوں کا اعادہ کیا، اور اس مسئلہ کو قبول کیا، اور خود بندہ کو یہ واقعات پیش آئے کہ جناب حضرت حاجی صاحب و حافظ صاحب جو پہلے سے مولوی شیخ محمد صاحب سے مسائل دریافت کر کے ان پر عامل تھے، بندہ کے کہنے سے مسائل کے تارک ہو گئے، اور واللہ کہ حافظ صاحب نے یہ کلمہ میرے سامنے فرمایا کہ ہم کو بہت سے مسائل میں ہمیشہ دھوکا رہا۔

ا۔ جو امور مبتدع اور محدث ہیں، ان کا تعلق عقیدہ سے بھی ہے، لہذا وہ باب عقائد سے ہیں، ان سب کو ناجائز اور موجب ظلمت عقیدہ کرنا واجب ہے، پس یہ اعتقاد کلیات میں داخل ہے، اگرچہ عمل ان کا عملیات سے ہے، یہی وجہ ہے کہ کتب کلام میں جواز مسح خف و جواز اقتداء فاسق و جواز صلوٰۃ علی الفاسق وغیرہ لکھتے ہیں، کیونکہ گویہ اعمال ہیں، مگر اعتقاد جواز و عدم جواز اعتقادات میں داخل ہے۔

احکام شرعیہ میں فعل  
مشائخ حجت نہیں  
یہ چند تصریحات علماء ہیں جو بالا اختصار پیش کئے گئے اور کتنے اقوال علماء محققین نیز روایات حدیثیہ و فقہیہ بخوف طوالت و بوجہ فقدان وقت

نظر انداز کر دیئے گئے، باقی آں عزیز کا یہ فرمانا کہ پھر آخر فلاں اور فلاں علماء کیوں شریک ہیں اور موید ہیں تو اس کے بارے میں ہم کیا لکھیں، اگر یہ سوال جہلاء کی طرف سے ہوتا تو اتنا افسوس نہ ہوتا جتنا کہ اہل علم کی طرف سے ہونے کا افسوس ہے، اہل علم تو علم سے کام لیتے ہیں اور دلائل پر نظر رکھتے ہیں اور کوئی بات بلا دلیل نہیں مانتے۔

امام شاطبی تو یہ فرماتے ہیں

ان الحق (۱) هو المعتبر دون الرجال۔

حافظ ابن القيم اعلام الموقعین میں فرماتے ہیں:

ان (۲) فضلهم لا يوجب قبول ما قالوا۔

صاحب مجالس ابرار فرماتے ہیں:

ومن ليس من اهل الاجتهاد، من الزهاد والعباد فهو في حكم العوام لا يعتد بكلامه الا ان يكون موافقاً للاصول الكتب المعتمدة۔ (۳)

اور حضرت تھانویؒ اصلاح الرسوم میں فرماتے ہیں:

جس عمل کو جن عقائد و مفاسد کی وجہ سے ہم روک رہے ہیں ان مفاسد کا اظہار سوال میں کرنے کے بعد مجوزین سے فتویٰ امتناعاً و اس وقت تمہارا شبہ معقول ہو سکتا ہے، اس وقت جواب ہمارے ذمہ ہوگا۔

(۱) حق کا اعتبار ہے اشخاص کا نہیں۔ (۲) ان کی فضیلت کی وجہ سے ان کی ہر بات ماننا ضروری نہیں۔

(۳) اور جو اہل اجتہاد میں سے نہیں ہیں، خواہ وہ زاہدوں اور عابدوں ہی میں سے کیوں نہ ہوں وہ عوام کے حکم میں ہیں، اس کا کلام قابل شمار نہیں، البتہ کہ اس کا کلام اصول کتب معتبرہ کے موافق ہو۔ (ن)

اور مولف انوار ساطعہ نے جب محفل مولود کے بارے میں یہ کہا کہ حرمین شریفین زاد ہما اللہ شرفاً و تعظیماً اور ملک مصر، ملک اندلس، ممالک مغربی، ملک روم، ملک عجم، ہندوستان وغیرہ میں کمال احتشام و اہتمام سے ہوتی ہے، نیز ملا علی قاریؒ، سبط ابن الجوزیؒ، علامہ فاکہائیؒ اور علامہ سیوطیؒ وغیرہ کا نام پیش کر کے لکھا کہ محققان بالغ نظر نے جائز کہا (وغیرہ) تو اس کا جواب مولف براہین قاطعہ حضرت سہارنپوری نے یہ دیا کہ:

تمام بلاد میں اشتہار اس کا، کوئی دلیل شرعی نہیں،

صلوۃ لیلۃ البراءۃ والرغائب تمام دنیا میں شائع ہوئی اور

بدعت ہی رہی، پس اشتہار امر غیر مشروع کا، موجب جواز کا

نہیں ہوتا۔ لہذا ملا علی قاریؒ کا لکھنا کہ تمام بلاد میں یہ رائج ہے

کوئی حجت شرعیہ نہیں، مانعین علماء تو کلیات و نصوص اور

جزئیات مجتہدین سے منع کو ثابت کرتے ہیں، اور مولف کے

پاس بجز اس کے کہ علماء دین نے جائز رکھا، محققان بالغ نظر نے

درست جانا، فلاں شریک ہوا، فلاں کرتے رہے اور کچھ حجت

نہیں، اور یہ قول بعد ثبوت ہرگز حجت شرعیہ نہیں ہو سکتا، اپنا

دل خوش کر لو، مگر اہل علم کے نزدیک کوئی دلیل نہیں، جب

نصوص اور اقوال مجتہدین سے بوجہ تنقید و تعین کے بدعت سیئہ

ہونا، ان امور کا ثابت ہو گیا تو بمقابلہ اس کے ملا علی قاریؒ کا قول یا

کسی کا قول قابل تعویل نہیں سبب فضول ہے۔

ص ۱۶۵ پر فرمایا:

قرآن وحدیث سے کچھ ثبوت ہی نہیں، پس سب آپ کے

علماء کا فتویٰ لا یعبأ به ہو گیا، اور بدعت ہونا مقرر ہو گیا، اور حاضر ہونے سے مشائخ اور علماء کی حجت جواز کی نہ ہوگی، اگر کروڑوں علماء بھی فتویٰ دیدیں بمقابلہ نص کے ہرگز قابل اعتبار کے نہیں، اولہ اربعہ سے بدعت ہونا اس کا ثابت ہے، فإذ البعد الحق الا الضلال“

اب مولف ممالک کو شمار کر کے اپنی کرم کہانی کہے جاوے، بندہ احقر پہلے ہی عرض کر چکا ہے کہ مولف کے پاس کوئی دلیل سوائے اس کے نہیں کہ تمام علماء کرتے رہے، اور یہ بشرط ثبوت و تسلیم کوئی حجت شرعیہ نہیں، حجت وہ ہے جو اولہ شرعیہ سے پیدا ہووے، اور اگر قید و تاکد کو یہ علماء بدعت نہیں کہتے تو ہرگز ان کا قول معتبر نہیں۔“

کہاں تک لکھا جائے محققین متقدمین و متاخرین کے بہت سے ارشادات و اقوال ہیں، افسوس کہ فرصت نہیں، اگر فرصت ہوتی تو مدارس و خانقاہ، فکار و اشغال صوفیہ و دیگر بہت سے مسائل پر مفصل و مدلل گفتگو کرتا کاش اپنا گھر سمجھ کر غریب خانے پر تشریف لاتے تو بالمشافہ گفتگو کر کے افہام و تفہیم کی کوشش کرتا اور علماء کے ارشادات بیان کرتا۔

ہمارے اکابر و اسلاف نے کوئی بات تشنہ نہیں چھوڑی، احکام شرعیہ کے بیان کرنے سے دریغ نہیں فرمایا، اس خیال سے کہ یہ چند سطریں جمد خدمت میں پہنچیں، قلم روک رہا ہوں، اگر آپ فرمائیں گے تو بشرط فرصت انشاء اللہ وہ بھی ہو جائے گا، قلت فرصت ہی باعث اختصار

و ایجاز کی ہوئی، خدا کرے یہ ایجاز نکل نہ ہوا ہو۔  
ان سطور پر آپ غور فرمائیں اگر اس میں غلطی ہو تو مجھے مطلع فرمائیں، اگر کوئی اشکال ہو بے تکلف تحریر فرمائیں، بہت سے اشکالات اور ارشادات کے جوابات جو بصورت تحریر بندہ کے پاس موجود ہیں، وقت آنے پر انشاء اللہ منصفہ شہود پر آئیں گے، غلط کی ضرورت نہیں اگرچہ ضمناً اور اشارہ کیا جا چکا ہے، لیکن تنسیماً للفاائدہ قدرے اجمالی توضیح کر دینا خالی از فائدہ نہ ہوگا، وہ یہ کہ۔

جس چیز کا ثبوت قرون اولیٰ میں | قرون ثلاثہ میں تبلیغ مروجہ کی موجودہ تخصیصات و تقییدات نہ ہو اس کا احداث بدعت ہے | موجود نہ تھیں، اور یہ بات بالکل ظاہر ہے کہ جو دوائی و محرکات، اغراض و مقاصد بیان کئے جاتے ہیں، وہ سب قرون ثلاثہ میں موجود تھے باوجود اس کے ان کو اختیار نہیں کیا گیا نہ اس پر تنبیہ کی گئی، تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ یہ تخصیصات متروک ہیں، اور اہل علم پر مخفی نہیں کہ عدم الفعل اور ترک الفعل میں بڑا فرق ہے، بہر کیف حضرات علماء فرماتے ہیں کہ فعل کا موجب و مقتضی پائے جانے کے باوجود وہ فعل یا وصف فعل قرون اولیٰ میں نہیں پایا گیا تو یہ ترک الفعل ہوگا۔ ”کالاذان لصلوة العیدین“ کہ صلوة عیدین صلوة ہے اور صلوة داعی اور مقتضی اذان کی ہے، مگر باوجود بلائی و مقتضی کے شارع سے اذان منقول نہیں، اس سے معلوم ہوا کہ ترک اذان قصد آہوا، پس صلوة عیدین کیلئے اذان بدعت ہے، اور جس طرح حضور ﷺ اور آپ کے صحابہ نے جس فعل کو ترک فرمایا وہ فعل بدعت ہے۔

ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں:

فمن واطب (۱) علی فعل لم یفعله الشارع ﷺ فهو مبتدع والمتابعة كما تكون فی الفعل یكون فی الترتیب ایضاً۔  
شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ اشعۃ اللمعات میں تحت حدیث انما الاعمال بالنیات فرماتے ہیں:

آنکہ مواظبت نماید بر فعل آنچه شارع نہ کرده باشد مبتدع بود کذا قال المحمّد ثون (۲)

مواہب لطیفہ شرح مسند ابی حنیفہؒ میں تلفظ بالنیۃ کی بحث میں ہے۔  
والاتباع كما یكون فی الفعل یكون فی الترتیب فمن واطب علی ما لم یفعله الشارع فهو مبتدع (۳)  
سید جمال الدین المحمّد فرماتے ہیں:

ترکہ ﷺ سنۃ کما فعلہ سنۃ (۴)

امام شاطبیؒ الاغصام ص ۳۶۱ ج ۱ پر فرماتے ہیں:

(۵) (والضرب الثانی) ان یسکت الشارع عن الحكم الخاص او یتترک امرأ من الامور و موجبہ المقتضیٰ لہ قائم

و سببہ فی زمان الوحي و فی ما بعده موجود ثابت الا انه

(۱) جس نے مواظبت کی اس فعل پر جس کو شارع ﷺ نے نہیں کیا وہ مبتدع ہے، اور پیروی جس طرح فعل میں ہوتی ہے اسی طرح ترک میں بھی ہوتی ہے۔ (۲) ایضاً (۳) اور اتباع جس طرح فعل میں اسی طرح ترک میں بھی ہے، چنانچہ جس فعل کو حضور ﷺ نے نہیں کیا اس پر مواظبت کرنا لا مبتدع ہے۔ (۴) حضور ﷺ کا کسی فعل کو ترک کرنا سنت ہے جس طرح آپ ﷺ کا فعل سنت ہے۔

(۵) اور دوسری قسم یہ ہے کہ شارع حکم خاص سے سکت ہو یا امروں میں سے کسی امر کو ترک کرے حالانکہ اس کیلئے موجب و مقتضی اس کا قائم ہو، اور زمان و جی اور مابعد میں اس کا سبب موجود ہو اور ثابت ہو،

لم یحدد فيه امر زائد علی ما كان من الحكم العام فی امثاله ولا ینقص منه الا انه لما كان المعنی الموجب لشرعیۃ الحكم العقلی الخاص موجوداً ثم لم یشرع ولا نبہ کان صریحاً فی ان الزائد علی ما ثبت هنالك بدعة زائدة و مخالفة لقصد الشارع اذ فهم من قصده الوقوف عند ما حد هنالك لا الزیادة علیہ ولا النقصان منه“

اسی طرح نفائس الازہار ترجمہ مجالس الابرار و دیگر کتب فقہ میں تصریح ہے اور اسی قانون شرعی کی روشنی میں حضرت علیؑ نے نفل قبل صلوٰۃ العید اور حضرت عبد اللہ بن عمرؓ نے رفع ایدی فی الدعاء علی الصدر اور اہتمام صلوٰۃ ضحیٰ اور قنوت فی العصر اور حضرت عبد اللہ ابن المغفل نے بسم اللہ بالجہر فی الصلوٰۃ اور حضرت عبد اللہ بن مسعود نے کلمہ طیبہ، درود شریف بالجہر فی المسجد وغیرہ وغیرہ کو بدعت فرمایا، اور ہدایہ میں متنفّل قبل العید و قبل الفجر، طوابع الانوار۔ حاشیہ در مختار میں رفع الصوت بالذکر یوم العید، امالی اور کفایہ شععی میں تراویح زائد از عشرین، فتاویٰ کبیری، در مختار، فتاویٰ عجیب، فتاویٰ ابراہیم شاہی اور کنز العباد فی شرح اور او میں، دعا = مگر یہ کہ حکم عام کو علی حالہ باقی رکھا ہونہ کوئی امر زائد کیا ہو اس میں نہ کم کیا ہو، اس لئے کہ حکم عقلی خاص کو شریعت کیلئے موجب محرک کے ہوتے ہوئے نہ شروع فرمایا نہ اس کی طرف اشارہ و تنبیہ فرمائی تو یہ اس بات کی صریح دلیل ہے کہ اب جو اس پر اپنی رائے سے کوئی امر زائد کیا جائے گا وہ بدعت زائدہ ہوگی اور شارع کے مقصد کی مخالفت ہوگی اس لئے کہ باوجود محرک اور سبب کے پائے جانے کے شارع کے سکوت سے یہی سمجھا جائے گا کہ شارع کا مقصد اسی حد تک حکم کو باقی رکھنا ہے بغیر کسی زیادتی اور کمی کے۔



بالاجتماع عند ختم القرآن، کتب فقہ میں خطبہ فی الکسوف کبیری میں صلوٰۃ الرغائب، عالمگیری اور نصاب الاحساب میں قراءۃ الکافرون مع الجمع کو بدعت فرمایا جن کی تصریح و تفصیل کا یہ مختصر محتمل نہیں، انصاف شرط ہے، یہ وہ اصول و قوانین شرع ہیں جن کی روشنی میں ہمارے اکابر و سلف صالحین نے ذکر اللہ، ذکر الرسول، نماز، روزہ، ایصال ثواب و دیگر عبادات، صدہا چیزوں کو بدعت قرار دیا، اور بے خوف لومۃ لا یغیر کسی پس و پیش کے بر ملا، اس کا اظہار فرمایا، کیا ان امور کے مرتکبین ہمارے کلمہ گو بھائی نہ تھے، اور کیا ان امور کے فوائد وہ نہیں بیان کرتے تھے، اور ان کے افعال کا مثلاً اللہ، رسول، دین کی محبت نہ تھا، مگر ہمارے اکابر نے اس کا کچھ لحاظ نہ فرمایا، اپنے مواعظ و تصنیفات میں امور کا بدعت ہونا ظاہر فرمایا، مناظرے کئے مقابلے کئے کیسے کیسے اختلافات ہوئے بھائی باپ بیٹے، اعزہ و اقارب میں جدائی ہوئی، کتنے صدے اٹھانے پڑے، کیسی کیسی رسوائیاں ہوئیں۔ اور آج تک اس کا سلسلہ برابر جاری ہے، یہ کہاں کا انصاف ہے کہ وہ کریں تو بدعت اور ہماری جماعت کا کوئی فرد ایجاد کرے تو جائز، یا تو ان تمام اشیاء کو بدعت کہنا ترک کر دیا جائے اور اکابر کی محنتوں کو بالائے طاق اور تحقیقات کو دریا برد کر دیا جائے، یا پھر وجہ فرق بتلایا جائے، اور اصول و قوانین شرعیہ کی روشنی میں صاف اور واضح طور پر ثابت کیا جائے کہ وہ امور فلاں وجوہ سے بدعت اور یہ امور فلاں وجہ سے سنت یا جائز ہیں، محض اس کہدینے سے کام نہ چلے گا کہ فلاں عالم نے تعریف کی، اور فلاں عالم شریک ہیں، عام مقبولیت ہے، عالمگیری ہے، اور فلاں فائدہ اور فلاں نتیجہ ہے۔ اور امام ربانی مجدد الف ثانی حضرت شیخ سرہندی قدس سرہ کے

کلام ہدایت التیام سے دل و دماغ کو روشن کریں، فرماتے ہیں:

”اجتناب از رسم و رسم بدعت تا از بدعت حسنہ در رنگ بدعت سیدہ احتراز ننماید بوی ازین دولت بمشام جان اور رسد و این معنی امروز محض است، عالم در دریائے بدعت غرق گشتہ است، و بظلمات بدعت آرام گرفتہ کرا مجال است کہ دم از رفع بدعت زند، و بہ احیاء سنت لب کشاید، اکثر علمائے این وقت رواج دہندہائے بدعت اند، و نحو کنندگان سنت، بدعتہائے پکین شدہ را تعامل دانستہ بجواز بلکہ بہ استحسان فتویٰ دہند و مردم را بہ بدعت دلالت می نمایند، چہ می گویند اگر ضلالت شیوع پیدا کند و باطل متعارف شود تعامل گردد، مگر نمی دانند کہ تعامل دلیل استحسان نیست، تعاملیکہ معتبر است، همانست کہ از صدر اول آمدہ است تا باجماع جمیع مردم حاصل گشتہ کما ذکر فی فتاویٰ الغیاشیہ

بدعت کے نام اور بدعت کے طریق سے، یہاں تک کہ جب تک بدعت حسنہ سے بھی بدعت سیدہ ہی کی طرح اجتناب و احتراز نہ کریں گے، اس دولت کی خوشبو بھی نہ ملے گی۔ یہ بات آج کل مشکل ہے، عالم دریائے بدعت میں غرق ہے، اور بدعت کی تاریکیوں میں مطمئن ہے، کس کی مجال ہے کہ بدعت کے ختم کرنے کیلئے دم مارے، اور احیاء سنت کیلئے لب کھول سکے، اس زمانے کے اکثر علماء بدعت کے رواج والے اور سنت کو محو کرنے والے ہیں، پھیلی ہوئی بدعتوں کو تعامل خلق جان کر اس کے جواز بلکہ اس کے استحسان کا فتویٰ دے رہے ہیں، اور لوگوں کو بدعت کی طرف دعوت دے رہے ہیں، کیا کہیں اللہ یہ علماء کہ اگر ضلالت اور گمراہی شائع ہو جائے اور باطل متعارف اور رواج پا جائے تو کیا یہ تعامل ہو جائے گا، شاید یہ علماء نہیں جانتے کہ تعامل اور رواج دلیل استحسان نہیں ہے جو تعامل معتبر ہے وہ وہی ہے جو کہ صدر اول سے چلا آ رہا ہو یہاں تک کہ عام لوگوں کے اجماع سے حاصل ہوا ہو، جیسا کہ فتاویٰ غیاشیہ میں مذکور ہے

قال الشيخ الامام الشهيد رحمة الله سبحانه عليه لا ناخذ باستحسان مشائخ بلخ وانما ناخذ بقول اصحابنا المتقدمين رحمهم الله سبحانه لان التعامل في بلدة لا يدل على الحواز وانما يدل على الحواز مايكون الاستمرار من الصدر الاول فيكون ذلك دليلا على تقرير النبي ﷺ اياهم على ذلك فيكون منه عليه و على آله الصلوة والسلام واما اذا لم يكن كذلك لا يكون فعلهم حجة الا اذا كان ذلك عن الناس كافة في البلدان كلها ليكون اجماعا والاجماع حجة الا ترى انهم لو تعاملوا على بيع الخمر وعلى الربوا لا يفتنى بالحل - وشك نيت كعلم به تعامل كافه اناهم وبه عمل جميع قري وبلدان از حيطه بشر خارج است باني ماند تعامل صدر اول كه في الحقيقة تقرير است از ائمه سرور عليه الصلوة والسلام ورايحه به منيف وعلية السلام بحاجه است و حسن بدعت كدام،

كش امام شهيد نے فرمایا ہے ہم مشائخ کے قول کو عمل کے لئے نہ تو اپنے اصحاب حنفیہ کے قول کو اختیار کریں گے۔ اللہ سبحانہ ان پر رحم کرے، اس لئے کہ تعامل کسی شہر کا جواز پر دلالت نہیں کرتا۔ جواز پر دلالت وہ تعامل کرتا ہے جو صدر اول سے ہمیشہ چلا آ رہا ہو تو وہ نبی ﷺ کی تقریر سے ثابت ہوگا، لہذا وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی طرف سے ثابت مانا جائے گا، لیکن اگر ایسا نہ ہوگا تو لوگوں کا یہ فعل جہت نہ ہوگا، الا یہ کہ تمام کے تمام لوگوں کا تمام کے تمام شہروں کا اس پر اتفاق ہو تاکہ اس کو اجماع کہا جاسکے اور اجماع جہت ہے کیا نہیں دیکھتے تم کہ اگر بیچ غر اور سور پر لوگ تعامل کریں تو اس کی حلت کا فتویٰ نہیں دیا جاسکتا اور اس میں شک نہیں ہے کہ تمام کے تمام شہروں کا اس پر اتفاق ہوگا۔ لوگوں کے تعامل اور بیچ قری اور بلدان کے علم حیطہ بشر سے خارج ہے بانی رہا صدر اول کا تعامل تو وہ دراصل آں سرور ﷺ کی تقریر ہے، اور سنت ہے جناب رسول اللہ ﷺ کی، بدعت کجا اور حسن بدعت کدام (ن)

اور مکتوب ۲۱۶ دفتر اول ص ۳۲۵ پر فرماتے ہیں:

### حلال و حرام میں صوفیہ کا عمل دلیل نہیں

عمل صوفیاء در حلت و حرمت سند نیست (۱) ہمیں بس است کہ ما ایشاں را معذور داریم، و ملامت نلغیم و امر ایشاں را بحق سبحانہ و تعالیٰ مفوض داریم و ایں جاقول ابی حنیفہ و امام یوسف و امام محمد معتبر است نہ عمل ابی بکر شبلی و ابی حسن نوری۔

### تبلیغ مروجہ پر مدارس و خوانات کا قیاس

#### قیاس مع الفارق ہے

اگر عدم فرصت مانع نہ ہوتی تو مدارس و خوانات کے بارے میں بھی کچھ لکھتا اجمالاً یہ امر ملحوظ رہے کہ اس طریقہ محدثہ و معتزہ و مجموعہ بہ ہیئت کذائیہ کو مدارس و خوانات و دیگر ثابت بالشریعت و السلف تبلیغی طرق و صورت پر قیاس کرنا قیاس مع الفارق ہے۔

انشاء اللہ تفصیلات جلد ہی منصہ شہود پر آرہی ہیں، انتظار فرمائیے، اگر اس میں کوئی غلطی ہو اصلاح فرمائیے، اشکال ہو تو آزادی سے تحریر فرمائیگی اجازت ہے۔

(۱) حرام و حلال میں صوفیہ کا عمل سند نہیں ہے، یہی غیبت ہے کہ ہم ان لوگوں کو معذور رکھیں اور ملامت نہ کریں اور ان کے معاملے کو حق سبحانہ تعالیٰ کے سپرد کر دیں اور اس جگہ قول ابی حنیفہ و ابی یوسف و امام محمد معتبر ہے نہ کہ ابوبکر شبلی اور ابوالحسن نوری کا عمل الخ (ن)

ہند ما سنج لی الآن واللہ اعلم بالصواب والیہ المرجع  
والایات و صلی اللہ علی حیر تخلقه من حسد وآلہ واصحابہ اجمعین ،  
برحمتک یا رحیم الراحمین -  
وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین  
وعائرتا ہوں اور دعا چاہتا ہوں۔

والسلام مع الاکرام  
وانا الاحقر الافقر محمد فاروق غفر لہ  
اتراؤں، الہ آباد، شعبان المعظم ۱۳۹۹ھ

تفصیل کے ملاحظہ فرمائیں

الکلام البلیغ فی احکام التبلیغ

مصنف

علامہ فاروق صاحب

مطبوعہ مکتبہ مدنیہ دیوبند

تبلیغی جماعت ہفتہ کا اجتماع، رات کا قیام وغیرہ ایک رسم بنالین تو یہ ایک مذہب بن جائیگا اور ایک بدعت قائم ہو جائیگی، ربانی مصلحین کا فرض ہوگا کہ ان کے خلاف جدوجہد کریں

مفکر اسلام حضرت مولانا ابوالحسن علی ندویؒ کا ایک مضمون ۱۳۸۷ء کے کسی ماہ الفرقان میں

شائع ہوا اس کے بعد ابھی حال ہی میں ”البلدغہ“ کراچی میں شائع ہوا اس مضمون میں اس جماعت کے بارے میں فرمایا کہ:۔۔۔ سب سے مشکل چیز اعتدال ہے، انبیاء علیہم السلام میں اعتدال بدرجہ اتم ہوتا ہے، ہم صاف کہتے ہیں کہ یہ بالکل امکان ہے کہ پچیس برس کے بعد اللہ کے کچھ بندے پیدا ہوں جو صاحب نظر ہوں، اور اللہ کے ساتھ ان کا تعلق بھی ہو اور ہمارے اس طریقہ میں زمانہ کی ضرورت اور تقاضے کے لحاظ سے تبدیلیاں کریں، اس وقت اگر ایک جامد طبقہ اسکی مخالفت ہمارا نام لیکر محض اس بنا پر کرے کہ ہمارے بزرگ ایسا کرتے تھے تو اس کا رویہ غلط ہوگا، اس کا اصرار نہٹ دھرمی ہوگا، کبھی کبھی ہمیں محسوس ہوتا ہے کہ ہماری اس تحریک میں ایک طبقہ یہ سمجھنے لگا ہے کہ یہی طریقہ کار اور یہی طرز دین کی خدمت اور احیاء کے لئے ہمیشہ کے واسطے اور ہر جگہ کے لئے ضروری ہے اور اس کے علاوہ سب غلط ہے جب تک اس مخصوص طریقہ پر تقریر نہ ہو اسی خاص ڈھنگ پر اور ان ہی ساری پابندی پر گشت نہ ہو اور اجتماعات میں مقررہ طریقے سے دعوت نہ دی جائے تو وہ سمجھتے ہیں کہ ساری جدوجہد رائیگاں گئی اور جو کچھ ہوا سب فضول ہے، یہ بے اعتدالی ہے اور وہ یہ خطرناک ہے، اسلئے اس طرز عمل کی وجہ سے مختلف مذاہب اور فرقے امت میں پیدا ہوئے ہیں، اصل حقیقت صرف اتنی ہے کہ اب تک غور اور تجربوں نے ہمیں یہاں تک پہنچایا ہے کہ ہر تقریر کے بعد جہد و عمل کی دعوت ضرور دی جائے، ہر بستی میں ایک مرکزی اجتماع ضرور ہو، رات کو مساجد میں قیام ہو وغیرہ وغیرہ، پس جب تک یہ چیزیں فائدہ مند معلوم ہوتی ہیں ہمیں اس وقت تک ان کو جاری رکھنا چاہئے، لیکن اگر ہفتہ کا اجتماع ہمارے شہر لکھنؤ کی نوچندی جمہرات کی طرح ایک رسم بن جائے، رات کا قیام رت جگا کی طرح رسمی ہو جائے اور دین کے کام کے لئے چلنا ایک رسم بن جائے تو یہ ایک مذہب بن جائے گا اور ایک بدعت قائم ہو جائے گی، اور اس وقت کے ربانی مصلحین کا فرض ہوگا کہ ان کے خلاف جدوجہد کریں، اور ان رسومات کو مٹائیں، بہت سی چیزیں صحیح مقاصد اور دینی مصلحتوں سے شروع ہوتی ہیں، لیکن آگے چل کر غلط صورت اختیار کر لیتی ہیں، ایسے مواقع پر حقیقت و رسم سنت و بدعت، فرض و مباح میں تمیز کرنا تفقہ فی الدین ہے اور کہنے والے نے کہا ہے کہ فرق مراتب نہ کنی زندقی مروجہ تبلیغی جماعت کے بدعت ہونے کے بارے میں مکمل بحث پر ہے، مروجہ تبلیغی جماعت کی شرعی حیثیت اور الکلام البلیغ فی احکام التبلیغ

از ابوالقلم: حضرت مولانا مفتی عبدالقدوس رومی دامت برکاتہم مفتی شہر آگرہ

دینی مضامین لکھنے والا، دین کا وعظ کہنے والا اور دینی مدرسہ کا مدرس بھی مبلغ ہی ہے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تبلیغ دین مختلف اور متعدد صورتوں سے ثابت ہے اس کو کسی ایک خاص شکل میں منحصر سمجھنا غلط ہے جس طرح مسئلہ مولود کے شبتین ذکر رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کو میلاد مروجہ کی خاص شکل میں منحصر سمجھتے ہیں اور جب تک ان کے متعینہ و مقررہ طریقے کے مطابق میلاد نہ ہو وہ اس کو ذکر رسول کا مصداق نہیں سمجھتے اسی طرح نفس دعوت و تبلیغ کو مروجہ دعوت و تبلیغ کی صورت ہی میں جو لوگ منحصر سمجھتے ہیں تو ظاہر ہے کہ ایسی صورت میں دونوں کا حکم ایک ہی ہوگا۔ ماخوذ الکلام البلیغ فی احکام التبلیغ ص ۱۳

ناشر: عالمی مرکز تحریک بشارت الابرار، کرسی بارہ بنکی، یوپی ۹۸۲۸۱۵۴۲۸

تبلیغی جماعت نے اپنے مروجہ نظام کو مقصود سمجھ لیا ہے  
نظامِ سنت کے علاوہ کسی نظام کو مقصود سمجھنا بدعت ہے۔

از افادات محی السنہ عارف باللہ حضرت مولانا شاہ ابراہیم الحق صاحب ہردوئی

افراط کی کوتاہی) کا بھی بہت سے مواقع میں مشاہدہ ہوا کہ بعض وہ صاحبان جن کو کچھ توفیق دینی جدوجہد کی عطا ہوئی وہ حضرات علمائے کالمین پر یہ اعتراض کرنے لگے کہ دین مٹ رہا ہے اور یہ حضرات تبلیغ نہیں کرتے ہیں۔ حالانکہ وہ حضرات بڑی دینی خدمات میں ہمہ تن مشغول رہتے ہیں۔ ایسے لوگوں کے اعتراض سے ظاہر ہوا کہ تبلیغ کی ضروری حدود بلکہ اسکی حقیقت سے ناواقفیت کے ساتھ ساتھ یہ لوگ اس نظام خاص کو جس کے موافق دینی مساعی کرتے ہیں، مقصود سمجھتے ہیں جو افراط کا مصداق ہے حالانکہ نظام سنت کے علاوہ کوئی اور نظام مقصود نہیں اور کسی دوسرے نظام کو یہ درجہ دینا صریح تعدی اور بدعت ہے۔ جس کی قباحت ظاہر ہے

اس نوع کی کوتاہیوں کے مشاہدے سے دل گڑھتا تھا اور جی چاہتا تھا کہ تبلیغ کے آداب کے متعلق اور اسکے احکام و حدود کے متعلق ضروری امور اختصار کے ساتھ جمع کر دیئے جائیں تاکہ جو لوگ صحیح علم نہ ہونے کی وجہ سے غلطی میں مبتلا ہیں ان کی غلط فہمی دور ہو جاوے اور زیادہ تر تبلیغ میں کوتاہی کا یہی سبب ہے، چنانچہ بعض لوگ ہر حال میں تبلیغ کو فرض کہنے والے دیکھ گئے۔ مجالس ابراہیمؑ بعض دیہات کا حال معلوم ہوا کہ وہاں حدود تبلیغ کی مراعات نہ کرنے سے بہت بڑا فتنہ کھڑا ہو گیا ہے جس کی وجہ سے آپس میں بہت جنگ و جدال کی نوبت آچکی ہے۔ (۲۵۹) ناکارہ خادم ابراہیم الحق خاں دکن شریف مدرس ہمدانی ۱۵۴۳ھ

# تبلیغی جماعت میں قادیانی لپٹ پڑے

از افادات حضرت مولانا علامہ فاروق صاحب<sup>۷</sup> خلیفہ حضرت مولانا اوصی اللہ صاحب<sup>۸</sup>

حضرت تھانوی<sup>۷</sup> کے برادر زادہ و پیروردہ و خلیفہ حضرت مولانا شبیر علی صاحب<sup>۷</sup> نے فرمایا کہ ایک واقعہ سنو بڑے ابا حضرت تھانوی<sup>۷</sup> کے وصال کے چند ہی عرصہ کے بعد مولوی الیاس صاحب<sup>۷</sup> تھانہ بھون آئے، اور مجھ سے کہا کہ بھائی شبیر غضب ہو گیا میں نے کہا خیر تو بے کیا بات ہے، تو انھوں نے کہا کہ حضرت (تھانوی<sup>۷</sup>) نے مجھ سے فرمایا تھا کہ مولوی الیاس تم لگا تو ہے ہو عوام کو اس کام میں، مگر مجھے خطرہ ہے کہ کہیں اس میں اہل زینہ شامل ہو جائیں، سو وہ حضرت کی بات صادق آئی، کچھ قادیانی میرے کام میں لپٹ پڑے ہیں، میں نے کہا مولوی صاحب آگ تو تم نے کھائی، ناگوارہ کون ہے، اب جب آگ کھائی ہے تو ناگوارہ بھی ہوگا بقول مولانا ابوالحسن علی ندوی<sup>۷</sup>

مولانا (تھانوی<sup>۷</sup>) کی محتاط اور دور رس طبیعت تبلیغ کا کام جاہلوں کے سپرد کرنے مطمئن نہ تھی۔

ماخوذ الکلام البلیغ فی احکام التبلیغ ص ۴۲ مزید دلائل کیلئے اس کتاب کو دیکھئے

ناشر:- عالمی مرکز تحریک بشارت الابرار، کراچی، بلائہ بنکی

# تبلیغی جماعت کے انسداد کی طرف علماء کرام توجہ فرمائیں

از افادات حضرت مولانا علامہ محمد فاروق صاحب<sup>رحمۃ اللہ علیہ</sup> خلیفہ حضرت مولانا شاہ وصی اللہ صاحب<sup>رحمۃ اللہ علیہ</sup> الہ آبادی

اس تحریک کو واجب اور فرض بتا کر علماء کو اور اس خروج میں شامل نہ ہونے والے لوگوں کو اگر بد عمل کہا گیا اور علماء کو بدنام کیا گیا۔ عوام کو ان سے بدظن کیا گیا اور اقوام کی توجہ ان کی تصانیف اور دیگر خدمات سے ہٹائی گئی، تو جماعت تبلیغی کی تمام تر پونجی جو چند اعمال کے فضائل تک محدود ہے۔ وہ کیا تمام ارکان اسلام کی تبلیغ کی متکفل ہو جائے گی اور خدا نخواستہ خاکم بدہن اگر ان لوگوں کی سازش کامیاب ہوتی ہے تو کیا حضرات علماء امت کی خدمات اور مکمل تبلیغ اسلام کے نصاب سے قوم محروم نہ ہو جائے گی یہ سازش تو اتنا بڑا جرم ہے کہ جس کا ارتکاب اب تک اہل بدعت اور طرق باطلہ ہی کیا کرتے تھے ”اللّٰهُمَّ احْفَظْنَا“ ضرورت ہے کہ اکابر جماعت فوراً اس طرف متوجہ ہوں اور اس سازش کو مٹانے کی انتہائی کوشش کریں۔ ورنہ نقصان اپنی ہی جماعت کے افراد سے اتنا زبردست ہوگا کہ اس کی مکافات مشکل ہو جائیگی۔ پس اے لوگو! علماء اللہ، اولیاء اللہ و بیوت اللہ کی تنقیص و تحقیر کر کے عذاب الہی اور تباہی و بربادی کو دعوت مت دو۔ عوام مسلمانوں کو اصلاح و ہدایت کے سرچشمہ سے الگ اور بیگانہ مت کرو۔ دینی علمی و علمی خدمات جو مدارس اور خانقاہوں کے فیض یافتہ علمائے ربانی و فضلاء حقانی انجام دے رہے ہیں۔ اس کے آثار کا شمس فی نصف النہار روشن اور نمایاں ہیں۔ تدریسی، تصنیفی، تحریری و زبانی تبلیغ غرض کہ ہر خدمت دین ان حضرات کو نصیب ہوئیں۔ سینکڑوں ہزاروں ادارے مدد سے وغیرہ ہندوستان و بیرون ہند کے اس مقدس فریضہ کی انجام دہی میں لگے ہوئے ہیں۔ لاکھوں کروڑوں انسان ان مدارس اور علماء کے فیض سے بہرہ مند ہوئے اور ہو رہے ہیں۔ یہ علامت ان کی مقبولیت کی ہے۔ سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر عمل کا اور زندگی بسر کرنے کا واحد ذریعہ انہیں حضرات کے اتباع میں منحصر ہے۔ اسلاف کرام کا سچا نمونہ بن کر قوت علیہ علیہ میں باکمال ہو کر بالکل انہیں کے طرز پر ان بزرگوں نے جو کتاب و سنت اور دین الہی کی خدمت کی ہے وہ ایک ناقابل انکار حقیقت ہے دین کے فروغ دینے اور سنت کو زندہ رکھنے کے لئے ان کی خدمات کو زندہ رکھنا اور سراہنا، انہیں کے طور طریقوں کو اختیار کرنا جو اس وقت مدارس و خواتق کی صورت میں موجود ہیں۔ انہیں کے اتباع کی ترغیب دینا، ان کے قبیحین کی حوصلہ افزائی کرنا ان کے ساتھ ہر قسم کا تعاون کرنا اس وقت ہر کام کرنے والے مسلمان پر واجب ہے۔ ان کے طرز کے خلاف دوسرا طریقہ ایجاد کرنا، ان کے کاموں ان کے طور و طریقوں پر تنقید کرنا اور اسکی تحقیر کرنا، ان کی اہمیت کو کم کرنا نہ صرف یہ کہ جائز نہیں بلکہ گناہ عظیم اور بدترین جرم ہے الحاد و ہریت اور بددینی کو مغلوب کرنا نہیں بلکہ ان کو ترقی اور فروغ دینا ہے، چونکہ مقدم واجب کا واجب ہے لہذا ان کا وجود ضروری اور واجب ہے

ناشر: عالمی مرکز تحریک بشارات لاہور، قصبہ کرسی بارہ بنکی یو پی۔ ۹۸۳۸۱۵۳۳۳۸

تبلیغی جماعت کی شرعی حیثیت کو دیکھیں۔ دروازہ است۔ اگر قدم صحیح طہارت و بائیداری و ترقی و کامیابی کی دعا فرمائیں اگر غلط طہارت ہو تو اصلاح فرما کر مستحکم و فرمائیں خادم ابوالقاسم اشرفی مدظلہ العالی بشارت لاہور خانقاہ بشارت لاہور

بسم الله الرحمن الرحيم

کیا فرماتے ہیں علماء کرام مفتیان عظام مندرجہ ذیل مسئلہ کے بارے میں؟

(۱) مستورات اپنے اپنے شوہروں کے ساتھ یا پھر محرموں کے ساتھ تبلیغی جماعت میں جاتی ہیں یا قاعدہ شرعی دائرہ و حدود میں رہتے ہوئے مکمل حجاب و پردہ کے ساتھ مردہ طریقہ کے مطابق عورتوں کا جماعت میں جانا کیسا ہے؟ مردہ طریقہ تو مایہ ہے کہ جتنی بھی عورتیں جماعت میں جاتی ہیں ان سب عورتوں کے اپنے اپنے محرم ساتھ میں ہوتے ہیں اور ہر ایک قاعدہ مکمل پردہ کے ساتھ چلتے ہیں، عورتوں کے ٹھہرنے، رہنے، اور طعام کا انتظام کسی باپردہ گھر میں ہوتا ہے۔ جہاں کسی بھی مرد کی آمد و رفت پر مکمل پابندی ہوتی ہے، اور مرد حضرات محلہ کی مسجد وغیرہ میں عورتوں سے بالکل الگ ٹھہرتے ہیں اور مستورات عورتوں کی تبلیغ کرتی ہیں اور مرد مردوں کی تبلیغ کرتے ہیں، تو کیا ایسی صورت جائز ہے؟ یا ناجائز ہے؟ اس کے علاوہ اگر کوئی صورت ناجائز یا جواز کی ہو تو وہ بھی برائے کرم مفصل تحریر فرمادیتے، اور حجاب بالکل صاف اور مدلل باقاعدہ حوالہ جات کے ساتھ عنایت فرمادیتے، انتہائی مہربانی ہوگی، والسلام

العارض، عبدالقیوم قاسمی

مہتمم مدرسہ دارالعلوم سیدیہ فرمائی مظفر

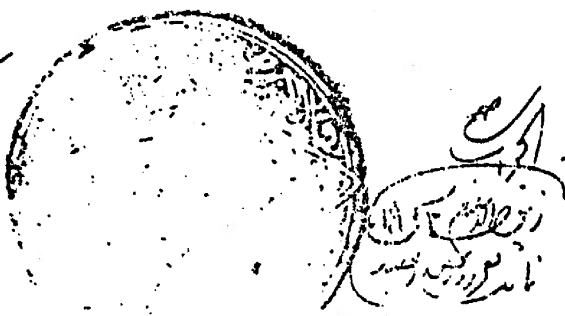
بسم الله الرحمن الرحيم

الحجاب

الجواب وباللہ التوفیق۔ اللہ نے مردوں کو مکلف بنایا ہے کہ وہ دین کے احکام سیکھ کر اپنی عورتوں کو سیکھائیں کُلُّكُمْ رَاعِي وَكُلُّكُمْ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ (بخاری) عورتوں کو دعوت و تبلیغ کا مکلف نہیں بنایا ہے۔ ان کو دعوت و تبلیغ، امامت، خلافت سے مستثنیٰ رکھا ہے۔ انہیں اپنے محرم میں رہنے اور ہر گز میں رہنے کا حکم دیا ہے وَفِي قُرُونٍ فِيهِ ذِيُو بُكْرَةٍ (القرآن) انہیں صرف ضرورت اور مجبوری میں گھروں سے نکلنے کی اجازت دی گئی ہے۔ عن ابن عمر عن النبی ﷺ لَيْسَ لِلنِّسَاءِ فِي الْخُرُوجِ نَصِيبٌ إِلَّا مُضْطَرَةً (رواہ الطبرانی فی المعجم الكبير) تنہا کا دور میں عورتوں کی وجہ سے عورتوں کو فرض نماز کیلئے اپنے محلہ کی مسجد میں آنے سے خواہ مخوم کے ساتھ آئیں۔ صحابہ کے مشورہ سے حضرت عمر فاروق کے عہد خلافت میں ردک دیا گیا۔ تو جماعت تبلیغ میں نکلنے کے لئے جو ایک امرِ تعجب ہے کیونکہ اجازت ہو سکتی ہے جبکہ عہد صحابہ کے مقابلہ میں اس دور میں بہت زیادہ فتوے لکھے گئے ہیں اور بخاری شریف کی اس حدیث کی بنا پر انہیں ردکا گیا عن عائشة قالت لو أذنك رسول الله ﷺ ما أخذت النساء لسنسجد كنسا مُبَغْت نِسَاءُ بَنِي إِسْرَائِيلَ فَقُلْتُ أَوْ مُبَغْتَنِينَ؟ قُلْتُ نَعَمْ (بخاری ص ۱۲۰)۔ خیر القرون میں عورتوں کو دعوت کی دعوت و تبلیغ کیلئے بھیجے گی کوئی نظیر نہیں ملتی جبکہ اُس زمانے میں زیادہ ضرورت تھی کیونکہ اسلام میں بکثرت مرد اور عورتیں داخل ہو رہی تھیں۔ بانی تبلیغ حضرت مولانا محمد الیاسؒ اس کام کیلئے مفتی اعظم حضرت مولانا محمد کفایت اللہ کے پاس تین مرتبہ تشریف لیئے اور ان سے عورتوں کی جماعت بھیجے کی اجازت چاہی۔ حضرت مفتی صاحب نے تینوں مرتبہ انہیں منع فرمایا اسلئے حضرت مولانا محمد الیاسؒ نے کبھی عورتوں کی جماعت نہیں بھیجی، ان کے صاحبزادے حضرت جی یعنی حضرت مولانا محمد یوسف صاحب نے بھی کبھی عورتوں کی جماعت نہیں بھیجی، عورتوں کو اپنی ہستی میں ہی کسی کے مکان میں ہفتہ واری ایک یا دو اجتماع کر لینا چاہئے اس میں دینی مذاکرہ کر لیا کریں۔ اس سے کافی دینداری کا ماحول پیدا ہوگا۔ ہمارے اسلاف کا یہی طریقہ رہا ہے۔ عورتوں کو باہر اور دور دراز جگہ سے احتیاط کرنی چاہئے۔ محرم کے ہوتے ہوئے بھی غیر محرموں کے ساتھ سفر ہوتا ہے۔ مثلاً دس عورتوں کی ایک جماعت اپنے اپنے محرم کیساتھ نکلتی ہے تو یہ عورت کے ساتھ ایک ایک محرم ہونا ہے اور ہائی؟ آدمی غیر محرم ہوتے ہیں جن کیساتھ وہ جاتی ہیں۔ یہ بے احتیاطی ہے، غیر محرم کیساتھ سفر کرنے کی احادیث میں ممانعت آئی ہے لَا تَخْلُ لَامْرَأَةٍ تَوْ مَن بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ تَسْتَأْذِنُ فَرَسِيرَةَ يَوْمٍ وَلَيْلَةٍ إِلَّا مَعَ ذِي مَحْرَمٍ عَلَيْهَا (مسلم) فقہ و اعظم حبيب الرحمن عفا اللہ عنہ مفتی دارالعلوم دیوبند

عفا اللہ عنہ مفتی دارالعلوم دیوبند  
کیم محرم ۱۴۳۵ھ

بسم الله الرحمن الرحيم  
مفتی دارالعلوم  
۸ ربیع الثانی



الجواب صحیح زین الاسلام قاسمی نائب مفتی دارالعلوم دیوبند